غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مرتب
ابوذر مولانا ظہور پٹیل

الناشر
دار العلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

غزواتِ رسول ﷺ

مرتب

ابوذر مولانا ظہور پٹیل

متعلم: دار العلوم اسلامیہ عربیہ تلوجہ نوی ممبئی

فہرست

تقریظ

انسان کی جان اور اس کا خون محترم ہے، دنیا کے سارے مذاہب میں احترامِ نفس کا یہ اصول موجود ہے اور جس مذہب اور قانون میں اس دفعہ کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے، اس مذہب اور قانون کے تحت رہ کر کوئی انسان پُرامن زندگی نہیں گزار سکتا ہے۔

جہاد کی مصلحت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکیمانہ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾۔(۱)

ترجمہ: ”اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا، تو زمین فساد سے بھر جاتی؛ مگر دنیاوالوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔“(کہ وہ دفعِ فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے)۔

یہی فساد و بدامنی ظلم وجبر کی جنگ ہے، جس کو دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو تلوار اٹھانے کا حکم دیا ہے؛ پھر اللہ تعالیٰ نے جنگ کی اہمیت وضرورت کو ظاہر کرنے کے بعد یہ تصریح بھی فرمادی: ﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ج اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا﴾۔(النساء:۷٦)

جو لوگ ایمان دار ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر و سرکش ہیں وہ ظلم و سرکشی کی خاطر لڑتے ہیں، پس شیطان کے دوستوں سے لڑو کہ شیطان کی تدبیر لچر ہوتی ہے“ یہ ایک قولِ فیصل ہے، جس کے اندر حق و باطل کے درمیان خط کھینچ دی گئی ہے کہ جو لوگ ظلم و سرکشی کے لئے جنگ کریں گے، وہ شیطان کے حامی ہیں اور جو لوگ ظلم کو مٹانے کے لئے جنگ کرتے ہیں، وہ راہِ خدا کے مجاہد ہیں۔

یہی وہ جہاد ہے، جس کی فضیلت سے قرآن وحدیث کے صفحات بھرے پڑے ہیں، یہی وہ

---

۱) البقرہ:۲۵۱

حق پرستی کی جنگ ہے، جس میں ایک رات کا جاگنا ہزار راتیں جاگ کر عبادت کرنے سے بڑھ کر ہے، جس راہ میں غبار آلود ہونے والے قدموں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ان کو جہنم کی آگ کی طرف نہیں گھسیٹا جائے گا۔

اس ظلم وفساد کو لوگوں میں سے کس طرح دور کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اس کا بہترین نمونہ موجود ہے، جس کو جمع کرنے کا اہتمام ائمہ حدیث اور تاریخ نگاروں نے بڑے اہتمام سے کیا ہے، ائمہ ستہ میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صحیح میں بڑی تفصیل سے رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور جہاد کے واقعات کو بیان کیا ہے، عزیزم مولوی ابوذر صاحب سلّمہ نے یہ کتاب غزواتِ رسول ﷺ کو امام بخاری ہی کی کتاب کو سامنے رکھ کر آسان اردو زبان میں بڑے ہی خوش نما انداز میں معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ مزین کر کے پیش کیا ہے، جس کے سبب ایک ہی جگہ رسول اللہ ﷺ کے سارے غزوات کا خلاصہ دیکھنا آسان کر دیا ہے، واقعتًا یہ سیرت نگاروں کیلئے اور خاص کر دورۂ حدیث کے طلبہ کے لئے بہترین نمونہ ہے، جس کے سبب انشاءاللہ طلبہ کیلئے امتحان کی تیاری کرنا آسان ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بارآور ثابت کرے، اور نفع کو عام و تام فرمائے۔ اور مزید اس طرح کے تصنیفی میدان میں کام کرنا ان کیلئے آسان فرمائے۔ آمین

کتبہ

محمد اسحاق بن عبد الرزاق پٹیل حسینی مظاہری

٢٧/رجب ١٤٤٥ مطابق ٨/ فروری ٢٠٢٤

تقریظ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شکر ہے ربِ ذوالجلال کا جس نے انسانوں کی رشد و ہدایت اور فلاح و کامیابی کے لئے انبیاء اور رسولوں کا ایک سلسلہ جاری فرمایا، امت کو پیغام دینے کے لئے ہمارے نبی اخر الزمان حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تشریف آوری ہوئی، انہوں نے دنیا کو راہِ ہدایت اور سر چشمہ فیضان خدا سے روشناس کرایا، کبھی کبھی اس راہ میں رکاوٹیں بھی کھڑی کی گئی اور نوبت بایں جا رسید کہ نبی اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ کی پاک سرزمین کو چھوڑ کر دینِ الٰہی کو عام کرنے کے لئے مدینہ طیبہ کا رخ کرنا پڑا، مگر شیطان کے پجاری ہمیشہ دینِ حق کی راہ میں رکاوٹ بنتے رہے، اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے کبھی نبی اکرم ﷺ بذاتِ خود تشریف لے گئے، جن میں اعداءِ اسلام سے مقابلہ آرائی اور حق کی آواز کو دبانے والوں کو کچلنا لازم امر ہو گیا تھا، انہی مقابلوں اور نہ عاقبت اندیشوں کو صحیح راہ پر ڈالنے کے لئے درست طریقے سے حق تعالی کے دیے گئے احکام کے مطابق مقابلہ آرائی کا نام غزوات الرسول ہے، جس پر عزیزم مولانا ابوذر پٹیل صاحب نے ایک عمدہ اور کرامت تحریر جمع کی ہے، امید یہ ہے کہ یہ خاص و عام کے لئے نافع ہو گی، موصوف ابھی اس راہ میں نوخیز ہے اس لئے بہت سی جگھوں پر فروگزاشت تو ہو گی، اللہ تعالیٰ ہر کمی کو دور فرما کر دونوں جہان میں کامیابی کے لئے اسے قبول فرمائے۔

کتبہ

مفتي مامون حفظه الله

۵ / شعبان ۱۴۴۵ مطابق ۱۶ / فروری ۲۰۲۴

پیشِ لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد!

قال الله تعالی: وأنتم الأعلون إن کنتم مؤمنین۔(آل عمران:۱۳۹)

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْرَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا»۔[۱]

قارئینِ کرام!

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کی سربلندی جہاد میں رکھی ہے، اگر جہاد نہ ہوتا تو امت مسلمہ سر اٹھا کر جینے کی طاقت نہیں رکھتی، جہاد ہی وہ واحد شیء ہے جس کی بدولت امتِ مسلمہ کو سربلندیاں حاصل ہوئی ہے اور ہو سکتی ہیں، کیونکہ قران کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (آل عمران:۱۳۹) تم کمزور نہ پڑ جاؤ اور غم نہ کرو تم ہی سربلند رہو گے اگر تم واقعی مومن ہو، جب بھی امتِ مسلمہ نے جہاد کو چھوڑا تو وہ سربلندیوں سے محروم ہوئی، چنانچہ سیرت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک صحابۂ کرام مکہ مکرمہ میں تھے تو ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں کوئی صحابی آپ ﷺ کے پاس آکر یہ شکایت نہ کرے کہ اے اللہ کے رسول ہم پر فلاں فلاں ظلم کیا گیا لیکن آپ ﷺ کہتے کہ صبر کرو کیونکہ مجھے ابھی تک جہاد کی اجازت نہیں ملی ہے، لیکن جب آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کی اجازت دی گئی تو صحابۂ کرام کو جہاد کی برکت سے وہ بلندی ملی کہ قیصر و کسری جیسی سپر پاور طاقتیں بھی ان کے سامنے پاش پاش ہو گئیں۔

تو میں نے چاہا کہ آپ حضرات کو ان غزوات اور سرایا سے مختصر طور پر واقف کراؤں جن کو

---

۱) رواہ البخاری: ۲۷۹۲

آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس انجام دیا یا اپنے صحابۂ کرام کے ذریعے انجام دلوایا، سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بسجود ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے ناتواں کو اس کام کی توفیق عطا فرمائی اور اس کو اپنے فضل و کرم سے پائے تکمیل تک پہنچایا، اس کے بعد اپنے والدین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے پوری طرح فارغ کر کے دینی تعلیم میں لگایا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے، اور اس کے بعد اپنے اساتذۂ کرام کا خصوصًا استاذِ محترم شیخ الحدیث مفتی اسحاق پٹیل صاحب حسینی مظاہری دامت فیوضہ کا جنہوں نے وقت وقت پر میری رہبری فرمائی اور اپنی قیمتی آراء سے محظوظ فرمایا اور اس کتاب پر نظرِ کرم فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور استاذِ محترم مفتی مامون صاحب اور مولانا ساجد صاحب اور مولانا امان اللہ صاحب، اور مولانا شمس الدین صاحب دامت برکاتھم کا جنہوں نے اس کتاب پر نظرِ کرم فرمائی اور غلطیوں کی طرف نشاندہی کی اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ تامہ عطاء فرمائے اور اس کو میرے لئے، میرے مشفق والدین، میرے بھائی بہنوں، میرے ہمدرد اور مہربان اساتذۂ کرام، ذمہ دارانِ مدرسہ اور رشتہ داروں اور میرے ساتھیوں کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور جنہوں نے اس کے لکھنے میں جس بھی اعتبار سے تعاون کیا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

کتبہ

ابوذر مولانا ظہور پٹیل

۲۳/رجب ۱۴۴۵ مطابق 4/ فروری 2024

جہاد کی تعریف

جہاد یہ "جَاهَدَ يُجَاهِدُ مُجَاهَدَةً وَجِهَادًا" سے ہے جس کے معنی کوشش کو صرف کرنے کے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے «وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ» اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس طرح کوشش کرو جس طرح کوشش کرنے کا حق ہے اور "جَاهَدَ العَدُوَّ" کے معنی آتے ہیں دین کے دفاع کے لئے دین کے دشمنوں سے مقابلہ کرنا۔ (۱)

جہاد کی قسمیں

جہاد کی دو قسمیں ہیں:

۱) جہادِ اقدامی ۲) جہادِ دفاعی۔

جہاد کا حکم

جہادِ اقدامی (پیش قدمی کر کے جہاد کرنا) فرضِ کفایہ ہے، اور جہادِ دفاعی (دشمن اپنے علاقہ پر حملہ کرے تو دفاع کرنا) فرضِ عین ہے۔

جہاد کی مشروعیت

اللہ کے نبی ﷺ جب مکہ میں تھے تو کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں مشرکین کسی نہ کسی صحابی کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں، صحابۂ کرام آکر اللہ کے نبی ﷺ سے مشرکین کے ظلم و ستم

۱) تاج العروس: ۷/ ۳۰۴

کی شکایت کرتے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم پر مستقل یہ ظلم ہو رہے ہیں، کیا ہم اپنے دفاع کے لئے لڑ سکتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ ان کو تسلی دیتے ابھی صبر کرو، ابھی اللہ کی طرف سے قتال کی اجازت نہیں دی گئی ہے، لیکن جب اللہ کے نبی ﷺ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تو آپ ﷺ کی زبان سے نکلا «أَخرَجُوا نَبِيَّهُمْ لَيَهْلِكُنَّ»[1] یعنی ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اب ان کی ہلاکت کا وقت آگیا ہے، جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی، جس میں قتال کی اجازت دی گئی۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○۔[2]

آیت کا ترجمہ: ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی جن سے قتال کیا جاتا رہا اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے، جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ناحق صرف یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو راہبوں کی خانقاہیں، اور ان کے گرجے، اور یہودیوں کی عبادت گاہیں، اور مسلمانوں کی مسجدیں ڈھادیے جاتے جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا ان کی جو اس کی (اس کے دین) کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ طاقتور ہے غالب ہے۔

چنانچہ نسائی شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب آپ ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے یہ لوگ ضرور بالضرور ہلاک ہوں گے، چنانچہ یہ آیتِ کریمہ «أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا

۱) سنن الترمذي: ۳۱۷۱

۲) سورۃ الحج: ۳۹-۴۰

﴿وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جان لیا کہ ضرور بالضرور قتال ہوگا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ پہلی آیت ہے جو قتال کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔(۱)

جہاد کا مقصد

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ؀ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔(۲)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اجمالی طور پر جہاد کے کچھ مقاصد کا ذکر فرمایا ہے، اور اشارتًا لوگوں کے اس شبہ کا بھی جواب دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے جہاد کی اجازت دیکر خونریزی کا دروازہ کھول دیا ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں انبیاءِ سابقین کو بھی جہاد کی اجازت دی گئی، ورنہ اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی تو اللہ کا نام لینا دشوار ہو جاتا، اور تمام عبادت گاہیں منہدم کر دیئے جاتے، اور خداوندِ ذوالجلال کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا تاکہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع فرمائے۔

جہاد کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔـا وَّھُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

۱) سنن النسائي: ۳۰۸۵

۲) الحج: ۳۹-۴۰

وَعَسٰٓى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـــًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝۲۱۶۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَــنَّةَ‌ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ‌ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ‌ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ‌ ؕ وَذٰ لِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ۝۱۱۱ (التوبة:۱۱۱)۔

(۱)عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ:أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ:إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ،قِيلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ،قِيلَ : ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ:حَجٌّ مَبْرُورٌ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پوچھا گیا پھر کونسا؟ فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا پھر کونسا؟ فرمایا: مقبول حج۔

(۲)عن أَبِي عَبْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ:سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ:مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (۳)

ترجمہ: حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہو تو اللہ اس کو جہنم کی آگ پر حرام کردیں گے۔

(۳)عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ

---

۱)سورۃ البقرۃ:۲۱۶

۲)رواہ البخاری:۲۶/۱۵۱۹

۳)رواہ البخاری:۹۰۷

خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ (۱)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا شام گزارنا دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالَى حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ نَارِ جَهَنَّمَ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص آگ میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے خوف سے رویا ہو یہاں تک کہ دودھ پستان میں لوٹ آئے اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔

(۵) عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ۔ (۳)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔

(۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكْلَمُ فِي اللَّهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهُ يَدْمَى، اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ۔ (۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو بھی اللہ کے راستہ میں زخم لگتا ہے تو وہ قیامت کے دن آئے گا درآنحالیکہ اس کے زخم سے خون

---

۱) رواہ البخاری: ۲۷۹۲

۲) رواہ النسائي: ۳۱۰۸

۳) رواہ أبو داؤد: ۲۵۰۴

۴) رواہ البخاری: ۵۵۳۳

جاری ہو گا، رنگ تو خون کا رنگ ہو گا لیکن خوشبو تو مشک کی خوشبو ہو گی۔

(۸)عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی وفات اس حالت میں ہو کہ اس نے جہاد نہ کیا ہو، اوراس کے دل و دماغ میں اس کا خیال تک نہیں آیا تو اس کی وفات نفاق کے ایک شعبہ پر ہوئی۔

غزوہ اور سریہ میں فرق

جس جنگ میں نبی کریم ﷺ نے بنفسِ نفیس شرکت کی ہو اس کو غزوہ کہا جاتا ہے، اور جس میں آپ نے شرکت نہ کی ہو اس کو سریہ کہا جاتا ہے۔

غزوات کی تعداد

ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ۲۶ غزوات کئے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ۲۷ غزوات کئے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ۲۶ غزوات کئے انہوں نے غزوۂ خیبر اور وادیٔ قری کو ایک ہی غزوہ شمار کیا اس لئے کہ آپ ﷺ جس وقت خیبر سے فارغ ہوئے تو اپنے گھر کی طرف نہیں لوٹے بلکہ وادیٔ "قری" کی طرف تشریف لے گئے اور جنہوں نے ان دونوں کے درمیان فرق کیا تو انہوں نے آپ ﷺ کے غزوات کی تعداد ۲۷ قراردی۔(غزوۂ خیبر کو الگ غزوہ شمار کیا اور وادیٔ "قری" کو الگ)۔[2]

---

۱)رواہ مسلم: ۱۹۱۰

۲)الكامل في التاريخ: ۲/ ۱۷۲

سَریہ حمزہ بن عبد المطلب

رمضان ۱ھ میں آپ ﷺ نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ۳۰ مہاجرین کی جماعت کا امیر مقرر فرماکر "سِیف البحر" کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا، اور فرمایا قریش کے ۳۰۰ سواروں پر مشتمل اس قافلہ کا تعاقب کیا جائے جو ابو جہل کی قیادت میں شام سے آرہا ہے، چنانچہ یہ حضرات گئے، اور اس قافلۂ قریش کا تعاقب کیا اور دونوں کا آمنا سامنا بھی ہوا، لیکن قتال کی نوبت نہیں آئی۔

سَریہ عُبیدہ بن حارث

اس کے بعد شوال ۱ھ میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ۶۰ یا ۸۰ مہاجرین کی جماعت کو آپ ﷺ نے "رابِغ" کی طرف روانہ فرمایا، اور قافلۂ قریش کے تعاقب کا حکم دیا، چنانچہ یہ حضرات پہنچ گئے، یہاں بھی آمنا سامنا ہوا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر کافروں کی طرف پھینکا، یہ مسلمانوں کی طرف سے تاریخِ اسلام کا سب سے پہلا تیر تھا، جو جہاد میں کفار پر چلایا گیا، مگر یہاں بھی قتال کی نوبت نہیں آئی۔

سَریہ سعد بن ابی وقاص

اس کے بعد ذی قعدہ ۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سریہ آپ ﷺ نے ۲۰ آدمیوں کی مہاجرین کی جماعت کے ساتھ روانہ کیا، وادیٔ "خرّار" جو جُحفَہ کے قریب ہے وہاں ان کو جانے کا حکم دیا، اور قریش کے قافلہ کے تعاقب کا حکم دیا، یہاں پر بھی قتال کی نوبت نہیں آئی اور یہ حضرات واپس آگئے۔

سَریہ عبد اللہ بن جحش

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش کو جمادیٰ الثانیہ میں ۱۲ لوگوں کا امیر مقرر کرکے روانہ فرمایا، اور انہیں ایک خط لکھا، اور حکم دیا کہ اس کو نہ دیکھو یہاں تک کہ دو دن کی مسافت طے کرو، پھر اس کو دیکھو، اور اس میں جو لکھا ہوا ہے اس پر عمل کرو، اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرو، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر انہوں نے خط پڑھا، اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ انہیں حکم دے رہے ہیں مکہ اور طائف کے درمیان مقامِ "نَخْلہ" میں پڑاؤ ڈالنے کا، اور قریش کی گھات میں رہنے کا، اور ان کی خبریں معلوم کرکے اپنے ساتھیوں کو مطلع کرنے کا، چنانچہ سب ان کے ساتھ چلے، حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما ان دونوں کا اونٹ گم ہوگیا (جس پر وہ باری باری سوار ہو رہے تھے) وہ اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے، حضرت عبد اللہ بن جَحَش رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مقامِ "نَخلہ" میں پڑاؤ ڈالا، چنانچہ قریش کا ایک قافلہ گزرا، جس میں عَمرو بن حَضرمی، عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ مخزومی، اور اس کا بھائی نَوفل، اور حکم بن کَیسان تھے، یہ رجب کا آخری دن تھا، چنانچہ واقِد بن عبد اللہ تیمی نے عَمرو بن حضرمی پر ایک تیر مارا اور اس کو قتل کر دیا، اور عثمان بن عبد اللہ، اور حکم بن کَیسان قید ہوگئے، اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت ملا، چنانچہ عبد اللہ بن جَحَش رضی اللہ عنہ نے کہا: جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا اس میں سے آپ ﷺ کے لئے خُمُس ہے، اور یہ خُمُس کے فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا، یہ پہلا غنیمت تھا جو مسلمانوں کو ملا تھا، اور اسلام میں پہلا خمس تھا، اور عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی قافلہ اور قیدیوں کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے، جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے کہا: میں نے تمہیں محترم مہینوں میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا، چنانچہ قریش نے شور مچانا شروع کر دیا کہ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ نے محترم مہینوں کو حلال کرا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ

اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ (البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے محترم مہینوں میں قتال کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اس میں قتال کرنا بڑی چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا اور مسجدِ حرام سے روکنا اور وہاں کے باشندوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑھا ہوا ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے۔[1]

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مجاہدین کو خیال ہوا کہ اس قتال کا ہمیں ثواب ملا ہو گا یا نہیں؟ تو یہ آیت اتری۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۔ (البقرۃ:۲۱۸)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں ان کو بشارت دی گئی کہ ان کے لئے اجر ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کا اونٹ راستہ میں گم ہو گیا تھا، چنانچہ یہ دونوں اونٹ کی تلاش میں نکلے، اوران بارہ صحابۂ کرام کی جماعت کے ساتھ وہ مدینہ نہ پہنچے، اور کافروں کے دو آدمی حکم بن کیسان اور عثمان بن عبد اللہ کو صحابۂ کرام نے گرفتار کر لیا تھا، چنانچہ قریش نے ان دونوں کا فدیہ بھیجا، حضور ﷺ نے فرمایا: ہمارے دو ساتھی حضرت سعد اور حضرت عتبہ رضی اللہ عنہما جب تک صحیح سالم نہیں پہنچ جاتے ہم ان قیدیوں کو نہیں چھوڑیں گے، اگر تم نے ان کو قتل کیا تو ہم تمہارے آدمیوں کو قتل کریں گے، بعد میں وہ دونوں پہنچ گئے، تو آپ ﷺ

۱) الكامل في التاريخ: ۲/ ۱۲

نے ان کے دونوں قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا، حکم بن کیسان تو وہ اسلام لے آئے اور آپ کے پاس ٹھہرے رہے یہاں تک کہ بئرِ مَعُونہ کے دن شہید ہوئے، اور عثمان بن عبد اللہ تو وہ مکہ چلا گیا اور وہاں کفر کی حالت میں مر گیا۔ (۱)

غزوۂ ابواء یا ودان (صفر ۲ھ)

اس غزوہ میں آپ ﷺ ۷۰ مہاجرین کے ہمراہ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے تھے، اور مدینہ پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو نائب بنایا، آپ ﷺ وَدّان پہنچے، آپ ﷺ کا مقصد قریش کے ایک قافلہ کو روکنا تھا، لیکن کوئی معاملہ پیش نہ آیا، اس غزوہ میں آپ ﷺ نے بنو ضَمْرہ کے سردار مَخشِی بن عمرو سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔ (۲)

غزوۂ بُواط (ربیع الآخر ۲ھ)

ہجرت کے دوسرے سال ربیع الآخر میں آپ ﷺ ۲۰۰ صحابۂ کرام کے ساتھ قریش کے ایک قافلہ کے ارادہ سے نکلے، یہاں تک کہ آپ ﷺ مقامِ "بُواط" پہنچے، (جو رَضوَیٰ کے اطراف میں ہے) اور قریش کے اس قافلہ میں اُمَیّہ بن خلف جُمحی ۱۰۰ لوگوں کے ساتھ موجود تھا، اور ان کے پاس ۲۵۰۰ اونٹ تھے، چنانچہ آپ ﷺ لوٹے، اور کوئی جنگ وغیرہ پیش نہ آئی، آپ ﷺ کا پرچم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے، اور آپ نے مدینہ پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو نائب بنایا تھا۔ (۳)

---

۱) البداية والنهاية: ۴/ ۲۷
۲) الرحيق المختوم: ۲۷۱
۳) الكامل في التاريخ: ۲/ ۱۱

نوٹ: بُواط یہ جُھَیْنہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو کہ رَضوی کے اطراف میں واقع ہے۔

غزوۂ سفوان ۲ سنہ ھ

اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ کُرز بن جابر فِہری نے مدینہ کی چراہ گاہ پر حملہ کیا اور جانور لوٹ لئے، تو آپ ﷺ اس کے تعاقب میں نکلے، یہاں تک کہ آپ ﷺ "بدر" کے اطراف میں ایک وادی میں پہنچے، جس کو "سَفوان "کہا جاتا تھا، لیکن کُرز بھاگ گیا، اور آپ ﷺ کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، اور مدینہ پر آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نائب بنایا تھا، اور آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ۸ لوگوں کی جماعت کے ساتھ بھیجا، چنانچہ وہ لوٹ آئے، اور کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ (۱)

غزوۂ ذی العشیرہ ۲ سنہ ھ

جمادی الأولی ۲ھ میں عُشَیرَہ کا واقعہ پیش آیا، عُشَیرہ یہ یَنْبُع کے قریب میں واقع ہے، چنانچہ آپ ﷺ قریش کے ایک قافلہ کے ارادہ سے نکلے، جو شام کی طرف جارہا تھا، لیکن جب آپ ﷺ عشیرہ پہنچے (تو وہ نکل چکا تھا) وہاں آپ ﷺ نے بنو مدلج اور ان کے حلیف (بنو ضَمرہ) سے صلح کی، چنانچہ آپ ﷺ لوٹے، اور کوئی جنگ پیش نہیں آئی، اور آپ ﷺ نے مدینہ پر ابو سلمہ بن عبد الاَسَد کو نائب بنایا تھا، اور آپ کا پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ (۲)

---

۱) المغازي النبوية: ۱۸

۲) الكامل في التاريخ: ۲/ ۱۱

غزوۂ بدر کے متعلق کچھ تمہیدی باتیں

آپ ﷺ نبوت کے بعد ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، اسی اقامت کے دوران کفارِ مکہ نے آپ ﷺ اور آپ کے جانثار صحابۂ کرام کو طرح طرح سے ستانے اور ناقابلِ برداشت تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ ہجرت سے ذرا پہلے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا باقاعدہ منصوبہ بنایا گیا، جس کا ذکر قرانِ کریم کی اس آیت میں ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الأنفال:۳۰)

ترجمہ: وہ وقت یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے خلاف منصوبے بنارہے تھے کہ تمہیں گرفتار کرلیں، یا تمہیں قتل کردیں، یا تمہیں باہر نکال دیں، وہ اپنے منصوبے بنارہے تھے، اور اللہ تعالیٰ اپنا منصوبہ بنارہا تھا، اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر منصوبہ بنانے والا ہے۔

جب آپ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے تو کفار مسلسل اس فکر میں رہے کہ آپ کو وہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا جائے، چنانچہ انہوں نے عبد اللہ بن اُبَی کو مدینہ میں خط لکھا کہ تم نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دی ہے اب یا تو تم ان کو پناہ دینے سے ہاتھ اٹھالو ورنہ ہم تم پر حملہ کریں گے، انصار میں سے قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مکہ گئے، تو عین طواف کے دوران ابو جہل نے ان سے کہا: تم نے ہمارے دشمنوں کو پناہ دے رکھی ہے، اور اگر تم ہمارے ایک سردار کی پناہ میں نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ واپس نہ جاسکتے تھے، جس کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ کوئی آدمی مدینہ سے مکہ آئے گا تو اسے قتل کردیا جائے گا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں ابو جہل سے کہا: اگر تم ہمارے آدمیوں کو مکہ مکرمہ آنے سے روکوگے تو ہم تمہارے لئے اس سے بھی بڑی رکاوٹ کھڑی کردیں گے، یعنی جب تم تجارتی قافلے لیکر شام جاتے ہو تو تمہارا راستہ مدینہ کے قریب سے گزرتا ہے، اب ہم تمہارے قافلوں کو

روکنے اور ان پر حملہ کرنے میں آزاد ہوں گے۔

اُس کے بعد کفارِ مکہ کے کچھ دستے مدینہ کے آس پاس آئے اور مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گئے، حالات کے اس پس منظر میں ابو سفیان ایک بڑا بھاری تجارتی قافلہ لیکر شام گیا، اس قافلہ میں مکہ مکرمہ کے ہر مرد و عورت نے سونا، چاندی تجارت میں شرکت کی غرض سے بھیجا تھا، یہ قافلہ شام سے سو فیصد نفع کما کر مکہ واپس آرہا تھا، یہ قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا، اور پچاس ہزار دینار کا سامان لارہا تھا، اور چالیس مُسَلَّح افراد اس کی حفاظت پر متعین تھے، آپ ﷺ کو اس کی واپسی کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چیلنج کے مطابق اس پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا، اس کے لئے باقاعدہ سپاہیوں کی بھرتی کا موقع نہیں تھا اس لئے وقت پر جتنے صحابہ تیار ہوسکے ان کی تعداد ۳۱۳ تھی، ان کے ساتھ کل ۷۰ اونٹ، ۲ گھوڑے، اور ۶۰ زرہیں تھیں، اس مختصر سامان کے ساتھ آپ ﷺ مدینہ منورہ سے نکلے۔

مفتی تقی صاحب دامت برکاتہ فرماتے ہیں: یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بعض غیر مسلم مصنفین نے اس واقعہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک پُر امن تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا، ہمارے زمانہ کے بعض مسلمان مصنفین نے اس اعتراض سے مرعوب ہوکر یہ دعویٰ کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارادہ قافلہ پر حملہ کرنے کا نہیں تھا، بلکہ ابو سفیان نے اپنے طور پر خطرہ محسوس کرکے ابو جہل کے لشکر کو دعوت دی تھی، لیکن واقعہ کی یہ تشریح صحیح احادیث اور قرآنی اشارات کی روشنی میں درست نہیں ہے، در حقیقت یہ اعتراض اُس وقت کے حالات اور اُس دور کے سیاسی، دفاعی اور معاشرتی ڈھانچہ سے بے خبری پر مبنی ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ جو واقعات ہم نے اوپر بیان کئے ہیں، اُن کی روشنی میں فریقین کے درمیان ایک مسلسل جنگ کی حالت موجود تھی، دونوں نے ایک دوسرے کو نہ صرف چیلنج دے رکھے تھے، بلکہ کفار کی طرف سے عملی طور پر چھیڑ چھاڑ بھی شروع ہوچکی تھی، دوسرے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پہلے

سے انہیں متنبہ کر آئے تھے کہ وہ ان کے قافلوں پر حملہ کرنے کے لئے آزاد ہوں گے، تیسرے اُس قافلہ کی سرکردگی ابو سفیان کے ہاتھ میں تھی جو اُس وقت آنحضرت ﷺ کا کھلا دشمن تھا، اور اُس کے ساتھ موجود چالیس مُسَلَّح افراد میں سے ہر ایک فرد قریش کے اُن لوگوں میں سے تھا جو مسلمانوں کو ستانے میں پیش پیش رہتے تھے، اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے تھے، اور یہ قافلہ بھی اگر کامیابی سے مکہ مکرمہ پہنچ جاتا تو قریش کی جنگی طاقت میں بڑے اضافہ کا سبب بنتا، ان حالات میں اس کو ایک پُر امن تجارتی قافلہ پر حملہ قرار دینا اُس وقت کے حالات سے ناواقفیت یا محض عِناد کا کرِشمہ ہے، اوراس کی وجہ سے ان واقعات کا انکار کرنا کسی طرح درست نہیں ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

حضرت مولانا مفتی سعید صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اگرچہ انہوں نے اپنے اوپر تجارتی قافلہ کا لیبَل لگایا ہوا تھا، مگر وہ قافلہ حقیقت میں ملکِ شام ہتھیار خریدنے جارہا تھا، اسی لئے آپ ﷺ مقامِ عُشَیرہ تک ابوسفیان کے اسی قافلہ کے تعاقب میں تشریف لے گئے، مگر وہ قافلہ بچ کر نکل گیا، پھر جب وہ قافلہ شام سے لوٹا تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو اطلاع دی اور اس قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلنے کی دعوت دی۔ (۱)

تیسری بات یہ کہ اس قافلہ کے پاس جو مال تھا وہ در حقیقت مسلمانوں ہی کا مال تھا جس پر ان کافروں نے ناجائز قبضہ کیا تھا اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اس قافلہ پر حملہ کا ارادہ کیا، جیسا کہ غزوۂ بدر کے شروع میں آئے گا کہ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: یہ قریش کا قافلہ ہے جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے اور تمہارے مالوں پر ناجائز قبضہ کیا ہے چلو شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بدلہ دلادے۔

---

۱) تحفۃ القاری: ۸/ ۴۱

غزوۂ بدر ۲ھ

ہجرت کے دوسرے سال ۱۷ رمضان کو بدر کا واقعہ پیش آیا، اس غزوہ کا سبب ابو سفیان کا شام سے قریش کے ایک بڑے تجارتی قافلہ کو لیکر آنا تھا (جس قافلہ کے تعاقب میں آپ ﷺ مقام عُشَیرہ تک گئے تھے)[1]

جب آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ ابو سفیان شام سے قریش کے ایک بڑے تجارتی قافلہ کو لیکر مکہ جارہا ہے، جس میں بڑا مال واسباب ہیں، یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان لڑائی کا سلسلہ جاری تھا، اور قریش مسلمانوں سے جنگ کرنے اور اللہ کے راستہ سے روکنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے تھے، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: یہ قریش کا قافلہ ہے جس نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے، اور تمہارے مالوں پر ناجائز قبضہ کرلیا ہے، چلو شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بدلہ دلادے۔

ادھر ابو سفیان کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ اس قافلہ کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے روانہ ہوچکے ہیں، تو اس نے فوراً ضَمضَم بن عَمرو غِفاری کو اجرت پر مقرر کرکے مکہ بھیجا کہ قریش کو باخبر کردیں تاکہ وہ اپنا قافلہ بچائیں، اور خود راستہ بدل کر قافلہ کو دریا کی جانب سے لیکر روانہ ہوا، ضمضم جب مکہ پہنچا تو وہ اس وقت کے قاعدہ کے مطابق بطنِ وادی میں اونٹ پر کھڑا ہوا اور اپنی قمیص کو پھاڑ ڈالا اور چلاّیا کہ اے قریش! جلدی کرو، جلدی کرو، ابوسفیان کے ساتھ تمہارے اموال ہیں، اور محمد ﷺ راستہ روکے ہوئے ہیں، امید نہیں کہ بچاسکو، لہذا جلدی کرو! جلدی کرو! جب یہ پکار مکہ میں پہنچی تو قریش نے جنگ کی تیاری شروع کردی اور بہت تیزی کے ساتھ ایک بڑا لشکر لیکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے، کوئی سردار باقی نہیں بچا جو اس میں شریک نہ ہوا ہو۔

---

۱) الکامل في التاریخ: ۲/ ۱۴

جب رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ہوئی کہ قریش کا یہ زبردست لشکر روانہ ہو چکا ہے تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ فرمایا کہ کیا کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے حضرات نے عرض کیا کہ ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور نہ ہم اس قصد سے آئے ہیں، مہاجرین میں سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مستعدی کا اظہار کیا، آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے ایسا نہیں کہیں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا «اِذْھَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلاَ اِنَّا ھٰھُنَا قاعِدُوْن» ہم تو آپ کے دائیں، بائیں لڑیں گے، آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے، آپ ﷺ نے پھر دریافت کیا آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ انصار کی رائے معلوم ہو، کیونکہ انھوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی تھیں کہ وہ آپ کی مدینہ طیبہ میں پوری حفاظت کریں گے، پس انصار میں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: اے اللہ کے رسول! شاید آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہ رہے ہیں، شاید آپ کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ انصار نے صرف اپنے وطن میں آپ کی مدد کا ذمہ لیا ہے، تو میں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جہاں چاہیں روانہ ہوں جس سے چاہیں تعلق فرمائیں اور جس سے چاہیں ختم کریں، اور ہمارے مال و دولت میں سے جتنا چاہیں لیں اور ہم کو جتنا پسند ہو عطا فرمائیں، اور آپ جو کچھ لیں گے وہ ہمیں اس سے کہیں زیادہ محبوب ہو گا جو آپ چھوڑیں گے، آپ کوئی حکم دیں گے تو ہمارا معاملہ آپ کے تابع ہو گا، اور خدا کی قسم! اگر آپ چلنا شروع کریں یہاں تک کہ "بَرْكُ الغِمَاد" تک پہنچ جائیں تب بھی ہم آپ کے ساتھ چلتے رہیں گے، اور خدا کی قسم! اگر آپ اس سمندر میں داخل ہو جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں کود جائیں گے، اسی کے متعلق قرانِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

لَكٰرِهُوْنَ ۙ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۙ (الأنفال:٥-٦)

ترجمہ: جیسے تمہارے رب نے تمہیں اپنے گھر سے حق کی خاطر نکالا، جبکہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو یہ بات ناپسند تھی، وہ تم سے حق کے معاملہ میں اس کے واضح ہو جانے کے باوجود اس طرح بحث کر رہے تھے جیسے اُن کو موت کی طرف ہنکا کر لے جایا جا رہا ہو، اور وہ (اُسے) آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔

«وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ» یعنی ایک جماعت مسلمانوں کی اس جہاد کو بھاری سمجھ رہی تھی، اس سے اشارہ اس حال کی طرف ہے جو صحابۂ کرام سے مشورہ لینے کے وقت بعض صحابۂ کرام کی طرف سے ظاہر ہوا کہ انہوں نے جہاد سے پست ہمتی کا اظہار کیا۔

اور اسی واقعہ کا بیان دوسری آیت میں ہے۔ «يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ» یعنی یہ لوگ آپ سے حق کے معاملہ میں مجادلہ اور اختلاف کرتے ہیں گویا ان کو موت کی طرف کھینچا جا رہا ہے جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

صحابۂ کرام نے اگرچہ کوئی حکم عدولی نہ کی تھی بلکہ مشورہ کے جواب میں اپنے ضعف اور پس ہمتی کا اظہار کیا تھا، مگر آپ ﷺ کے ساتھیوں سے ایسی رائے کا اظہار بھی ان کے مقامِ بلند کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند تھا اس لئے ناراضگی کے الفاظ سے اُس کو بیان فرمایا گیا۔

جب آپ ﷺ نے یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا: آگے بڑھو اور بشارت حاصل کرو۔

رسول اللہ ﷺ بڑی تیزی کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئے، مسلمانوں کے پاس صرف ٢ گھوڑے تھے، ایک حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا، ایک حضرت مِقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا، اور ٧٠ اونٹ تھے، ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے، اس طرح تین

سو سے کچھ زیادہ آدمی روانہ ہوئے، پیر کے دن رمضان کی ۸ تاریخ کو آپ ﷺ اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے، چنانچہ آپ ﷺ نے نماز کے لئے حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب بنایا، اور جب آپ ﷺ مقامِ "رَوْحاء" پہنچے تو آپ نے حضرت ابو لُبابہ رضی اللہ عنہ کو واپس کردیا، اور ان کو مدینہ کا امیر بنایا، اور عمومی پرچمِ جہاد حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو، اور مہاجرین کا پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، اور انصار کا پرچم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

آپ ﷺ نے بَسْبَس بن عَمرو اور عَدِی بن اَبِی الزّغباء کو خبر معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا، چنانچہ وہ دونوں چلیں یہاں تک کہ ان دونوں نے بدر میں پڑاؤ ڈالا اور کنویں سے قریب ایک ٹیلہ کی طرف اپنے اونٹوں کو بٹھایا، پھر اپنا مشکیزہ لیکر پانی بھرنے کے لئے آئے، مَجْدِی بن عَمرو کنویں کے پاس موجود تھا، چنانچہ عَدی اور بسبس نے وہاں موجود باندیوں میں سے دو باندیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہی تھی کہ یہاں کل پرسوں تک قافلہ پہنچے گا چنانچہ میں ان کے لئے کام کرکے تیرا قرضہ ادا کروں گی، مَجْدِی نے کہا: یہ سچ کہتی ہے، جیسے ہی ان دونوں نے یہ بات سنی تو اپنے اونٹوں پر بیٹھیں اور آپ ﷺ کے پاس آکر جو کچھ سنا تھا اس کے متعلق آپ کو خبر دی، چنانچہ ان کے چلے جانے کے بعد ابو سفیان وہاں آیا، اس نے مجدی بن عمرو سے کہا: کیا تم نے کسی کو محسوس کیا، اس نے کہا: میں نے کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا البتہ میں نے دو سواروں کو دیکھا جنہوں نے اپنے اونٹوں کو اس ٹیلہ پر بٹھایا، پھر اپنا مشکیزہ لیکر پانی بھرنے کے لئے آئے، پھر دونوں چل دیے، تو ابو سفیان ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ آیا، اور ان اونٹوں کی مینگنیاں لی، تو اس میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں، تو اس نے کہا: بخدا یہ یثرب کی مینگنیاں ہیں چنانچہ اپنے ساتھیوں کی طرف تیزی سے لوٹا اور اپنے قافلہ کا رخ موڑ کر ساحلِ سمندر کی طرف آگیا، اور یہ اطمینان کرکے کہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم لوگ واپس لوٹ جاؤ، اس لئے کہ تم قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے، اور یہ مقصد حاصل ہو چکا ہے، یہ سن کر انہوں نے

واپس جانے کا ارادہ کیا، لیکن ابو جہل نے جنگ کئے بغیر جانے سے انکار کیا۔[۱]

قریش کے لشکر کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) کے درمیان یا اس سے کچھ زیادہ تھی، جن میں قریش کے بڑے بڑے سردار، شہسوار، اور بہادر لوگ تھے، آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے سامنے ڈال دیا ہے۔

قریش کے لشکر نے بدر پہنچ کر وادی کے ایک جانب پڑاؤ ڈالا، اور مسلمانوں نے دوسری جانب جیسا کہ قرانِ کریم نے اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾۔[۲]

ترجمہ: وہ وقت یاد کرو جب تم لوگ وادی کے قریب والے کنارے پر تھے، اور وہ لوگ دور والے کنارے پر، اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف، اور اگر تم پہلے سے (لڑائی کا) وقت آپس میں طے کرتے تو وقت طے کرنے میں تمہارے درمیان ضرور اختلاف ہو جاتا، لیکن یہ واقعہ (کہ پہلے سے طے کئے بغیر لشکر ٹکرا گئے) اس لئے ہوا کہ جو کام ہو کر رہنا تھا، اللہ اسے پورا کر دکھائے، تاکہ جسے برباد ہونا ہو وہ واضح دلیل دیکھ کر برباد ہو، اور جسے زندہ رہنا ہو وہ واضح دلیل دیکھ کر زندہ رہے، اور اللہ ہر بات سننے والا، ہر چیز جاننے والا ہے۔

یہ میدانِ جنگ کا نقشہ بتایا جارہا ہے "بدر" ایک وادی کا نام ہے، اُس کا وہ کنارہ جو مدینہ منورہ سے قریب تر ہے، اس پر مسلمانوں کا لشکر فروکش تھا، اور جو کنارہ مدینہ منورہ سے نسبتًا دُور ہے، اُس پر کفار کا لشکر تھا، اور قافلہ سے مراد ابوسفیان کا قافلہ ہے، جو اُس وادی کے نیچے کی جانب

---

۱) المغازي النبوية: ۳۱-۳۲

۲) الأنفال: ۴۲

ساحلِ سمندر کی طرف سے بچ کر نکل گیا تھا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب ایسے پیدا فرمادیے کہ کفارِ مکہ سے باقاعدہ جنگ ٹھن گئی، ورنہ اگر دونوں فریق پہلے سے جنگ کے لئے کوئی وقت طے کرنا چاہتے تو اختلاف ہو جاتا، مسلمان چونکہ بے سَر وسامان تھے، اس لئے باقاعدہ جنگ سے کتراتے، اور مشرکین کے دلوں پر بھی آپ ﷺ کی ہیبت تھی، اس لئے وہ بھی خواہش کے باوجود جنگ کو ٹلانا چاہتے، لیکن جب انہیں اپنا تجارتی قافلہ خطرے میں نظر آیا تو ان کے پاس جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا، اور مسلمانوں کے سامنے جب لشکر آہی گیا تو وہ بھی لڑنے پر مجبور ہوگئے، تو اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ اسباب ہم نے اس لئے پیدا کئے کہ ایک مرتبہ فیصلہ کن معرکہ ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی فتح و نصرت سے آپ ﷺ کی حقانیت کھل کر سامنے آجائے، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص کفر کرکے بربادی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل کے واضح ہونے کے بعد اختیار کرے، اور جو شخص اسلام لاکر باعزت زندگی اختیار کرے تو وہ بھی اس واضح دلیل کی روشنی میں اختیار کرے۔

لہٰذا حضرت حُباب بن منذر رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا اس منزل پر ہمارا پڑاؤ اللہ تعالی کے حکم سے ہے جس میں کوئی ردو بدل جائز نہیں ہے یا اس کا تعلق جنگی تدبیر سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ یہ تدبیر کی بات ہے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہاں پڑاؤ مناسب نہیں ہے، لہٰذا انہوں نے ایک دوسرے مقام کی نشاندہی کی جو جنگ کے زیادہ مناسب تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت سوچی سمجھی بات کہی، اس کے بعد آپ ﷺ تمام آدمیوں کے ساتھ اس مقام کی طرف چلے اور اس جگہ قیام کیا جو پانی سے قریب ترین تھی، رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رات تک سب سے پہلے پانی کے پاس پہنچ گئے اور اس کے حوض بنالئے، آپ ﷺ نے کافروں میں سے جو بھی اس حوض پر آئے اس کو پینے کی اجازت دی، اللہ تعالیٰ نے اس رات بارش نازل فرمائی جس نے مشرکین کی آمد ورفت کو روک دیا، اور مسلمانوں کے لئے رحمت ثابت

ہوئی، اور ریت کو جما دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾۔ (الأنفال:۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کرے، اور تمہارے دلوں کو جوڑ دے، اور اس کے ذریعے تمہارے قدم جما دے۔

آپ ﷺ کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا، اس کے بعد آپ ﷺ میدان میں تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنے لگے کہ فلاں یہاں مارا جائے گا، فلاں یہاں ہلاک ہو گا، فلاں یہاں قتل کیا جائے گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان میں سے کوئی بھی آپ ﷺ نے جس جگہ کی نشان دہی کی تھی اس سے تجاوز نہیں کر پایا[1] جب مشرکین کا لشکر نکل آیا اور دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! یہ قریش ہیں جو اپنے تکبر اور فخر کے ساتھ آئے ہیں تجھ سے جنگ کرنے کے لئے اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے آئے ہیں۔

جمعہ کی رات تھی، رمضان کی سترہ تاریخ، جب صبح ہوئی تو قریش اپنے تمام جنگی دستوں کے ساتھ آئے اور دونوں فریقوں نے صف بندی کی۔

رسول اللہ ﷺ نے صفیں درست فرمائیں، اور چھپر میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، پس آپ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں نصرت و اِمداد کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بدر کا دن تھا

---

۱)سنن أبي داود:۲۶۸۱

تو آپ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا، ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد ۳۱۹ تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے، چنانچہ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرمایئے، اے اللہ! آپ نے مجھ سے جس چیز کا وعدہ کیا ہے وہ عطا فرمایئے، اے اللہ! اگر آج آپ نے اہلِ اسلام کی اِس جماعت کو ختم کر دیا تو روئے زمین پر کبھی بھی آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی، آپ ﷺ برابر اپنے رب سے مدد کی دعائیں مانگ رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے شانۂ مبارک سے چادر بھی گر گئی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کو اٹھایا اور آپ کے شانۂ مبارک پر ڈال دیا، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کا اپنے رب سے دعا کرنا کافی ہو گیا، اللہ تعالیٰ ضرور آپ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا فرمائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ[1] نازل فرمائی۔

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اس نے تمہاری فریاد کا جواب دیا کہ میں تمہاری مدد کے لئے ایک ہزار فرشتوں کو بھیجنے والا ہوں جو لگاتار آئیں گے۔[2]

بخاری شریف کی روایت میں دعا اس طرح وارد ہوئی ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بدر کے دن فرمایا، اے اللہ میں تجھ سے اپنے عہد اور اپنے وعدہ کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ اگر آپ نے چاہا تو کبھی بھی روئے زمین پر آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے اللہ کے رسول! بس کیجیے، چنانچہ آپ ﷺ یہ آیت «سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ» پڑھتے ہوئے باہر نکلے۔[3]

پھر صحابۂ کرام کو قتال پر ابھارا، اتنے میں عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید

---

۱) الأنفال: ۹

۲) صحيح مسلم: ۱۷۶۳

۳) صحيح البخاري: ۳۹۵۳

نکلے، جب وہ صف میں آکر کھڑے ہوئے تو مبارز (مقابلہ کے لئے کسی شخص) کو طلب کیا، انصار کے تین نوجوان ان کے مقابلہ پر نکلے، ان کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: ہم انصار میں سے ہیں، کہنے لگے: شریف لوگ ہو لیکن ہمارے جوڑ کے نہیں ہو، لیکن ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے چچازاد بھائیوں میں سے کسی کو نکالو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبیدہ بن حارث کھڑے ہو جاؤ، اے حمزہ کھڑے ہو جاؤ، اے علی کھڑے ہو جاؤ، ان کو دیکھ کر انہوں نے کہا: ہاں اب برابر کی جوڑی ہے، چنانچہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ (جن کی عمر سب سے زیادہ تھی) نے عتبہ کو دعوتِ مبارزت دی، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے تو دیکھتے ہی دیکھتے ان دونوں کا کام تمام کر دیا، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ میں ہاتھا پائی جاری تھی، لیکن کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ حضرت حمزہ اور حضرت علی اپنی تلواریں لیکر اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کا کام تمام کر دیا، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور وہ زخمی تھے، لہٰذا حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔[۱]

چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرانِ کریم کی یہ آیت هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ قریش کے انہی چھ لوگ حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ بن حارث، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔[۲]

کچھ اختلافی بحث

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ دونوں عمر دراز تھے تو حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو دعوتِ مُبارزت دی، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو۔

---

۱) السيرة النبوية: ۲۲۲

۲) صحيح البخاري: ۳۹۶۶

لیکن موسی بن عُقبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو دعوتِ مبارزت دی، اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو۔

بعض لوگ کہتے ہیں: روایتوں کا اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو دعوتِ مُبارزت دی، لیکن عتبہ اور شیبہ کے سلسلہ میں روایتیں مختلف ہیں کہ ان دونوں میں سے کون حضرت عبیدہ اور حمزہ رضی اللہ عنہما کے لئے تھا، اکثر اس طرف گئے ہیں کہ شیبہ حضرت عُبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے تھا، لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایتوں کے اتفاق کا دعوی کرنے میں کچھ نظر ہے، اس لئے کہ ابوداؤد کی روایت ہے، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور میں شیبہ کی طرف، اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ولید کے درمیان کچھ ہاتھ ہوئے پھر ہم دونوں ولید کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا(۱) اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ یہ روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح روایت ہے، لیکن سیرت میں جو بات ملتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو دعوتِ مبارزت دی یہ اس مقام کے زیادہ مناسب ہے، اس لئے کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور شیبہ دونوں بڑی عمر کے تھے، جیسے عتبہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، بر خلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ولید کے تو دونوں نوجوان تھے، طبرانی کی روایت سے ابو داؤد کی روایت کو تائید ملتی ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسنادِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عُبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی مدد کی ولید بن عُتبہ کے خلاف۔(۲)

اسی وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوگئے، جنگ ہونے لگی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، لہذا حضرت عُمیر بن حُمام انصاری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: اللہ کے رسول! کیا وہ جنت آسمانوں اور زمین کے برابر

---

۱)سنن أبي داود:۲۶۶۵

۲)فتح الباري:۳۹۷۰

ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! کہنے لگے واہ واہ اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں اپنے قول واہ واہ پر کس چیز نے ابھارا؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صرف اِس امید نے کہ میں بھی اُس جنت والوں میں سے ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: آپ جنت والوں میں سے ہیں، اس کے بعد انہوں نے اپنے تَرکَش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے، پھر کہنے لگے: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ لمبی زندگی ہے، یہ کہہ کر کھجوریں پھینک دی، پھر قتال کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے، یہ سب سے پہلے شہید تھے۔

اور لوگ صبر کے ساتھ اپنی اپنی صفوں میں تھے اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ (الأنفال: ۳۵)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

اور آپ ﷺ نے سخت قتال کیا، اور لوگوں میں سب سے زیادہ دشمن سے قریب آپ ہی تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کو اتارا، یہ فرشتے کفار کو نظر آئے جس سے ان پر دھاک بیٹھی، اور انہوں نے مشرکین سے قتال کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (الأنفال: ۱۲)۔

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، لہذا تم مومنین کے قدم جماؤ، ضرور میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، لہذا تم گردنوں کے اوپر مارو، اور ان کی انگلیوں کے ہر ہر جوڑ پر مارو۔

شیطان سُراقہ بن مالک بن جُعْشُم کی شکل میں آیا تھا اور اس نے مشرکین سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا[1] جیسا کہ قرانِ کریم میں اس کا ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَٰنُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ (الأنفال:۴۸)۔

ترجمہ: اور وہ وقت (بھی قابل ذکر ہے) جب شیطان نے ان (کافروں) کو یہ سُجھایا تھا کہ ان کے اعمال بڑے خوشنما ہیں، اور یہ کہا تھا کہ آج انسانوں میں کوئی نہیں ہے جو تم پر غالب آسکے، اور میں تمہارا محافظ ہوں، پھر جب دونوں گروہ آمنے سامنے آئے تو وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹا، اور کہنے لگا: میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا، مجھے جو کچھ نظر آرہا ہے وہ تمہیں نظر نہیں آرہا ہے، مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے، اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب مشرکینِ مکہ جنگ کے ارادہ سے روانہ ہونے لگے تو انہیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ قبیلۂ بکر کے لوگ (جن سے ان کی پرانی دشمنی چلی آرہی تھی) ان کے جانے کے بعد ان کے گھروں پر حملہ نہ کردیں، تو اس موقع پر شیطان ان کے سامنے اس قبیلہ کے ایک سردار سُراقہ کے رُوپ میں آیا، اور انہیں اطمینان دلایا کہ تمہارے لشکر کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کوئی تم پر غالب نہیں آسکے گا، اور دوسرے یہ کہ تم ہمارے قبیلہ کی طرف سے بے فکر رہو، میں خود تمہارا محافظ ہوں، اور تمہارے ساتھ چلوں گا، مشرکینِ مکہ اس کی بات سے مطمئن ہوگئے، لیکن جب بدر کے میدان میں فرشتوں کا لشکر سامنے آیا تو شیطان جو سراقہ کی شکل میں ان کے ساتھ تھا، یہ کہہ کر بھاگ کھڑا ہوا کہ میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں

---

۱) البداية والنهاية: ۴/۷۵

لے سکتا، اور مجھے وہ فوج نظر آرہی ہے جو تم نہیں دیکھ سکتے، بعد میں جب مشرکین کا لشکر شکست کھا کر مکہ مکرمہ لوٹا تو انہوں نے سُراقہ سے شکایت کی کہ تم نے ہمیں بڑا دھوکا دیا، سُراقہ نے جواب میں کہا کہ مجھے تو اس قصہ کا ذرا بھی پتہ نہیں، اور نہ میں نے ایسی کوئی بات کہی تھی۔

فرشتوں کے ذریعے مدد کرنے کے واقعات

لہٰذا ایک پستہ قد انصاری شخص حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو قید کر کے لے آئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا (جو کہ لمبے قد والے تھے): اے اللہ کے رسول، خدا کی قسم! اس نے مجھے قید نہیں کیا، مجھے تو ایک گنجے سر والے آدمی نے قید کیا، جو لوگوں میں سب سے خوبصورت چہرے والا تھا، چتکبرے گھوڑے پر آیا تھا، میں اسے لوگوں میں نہیں دیکھ رہا تھا، تو اس انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اِنہیں قید کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم خاموش رہو، تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے ایک معزز فرشتہ کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی۔ (۱)

چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے ابو زمیل فرماتے ہیں مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اس درمیان کے مسلمانوں میں کا ایک شخص بدر کے دن مشرکین کے ایک شخص کا سختی کے ساتھ پیچھا کر رہا تھا کہ اس نے اس کے اوپر کوڑے سے مارنے کی آواز سنی، اور ایک گھوڑ سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا حَیْزُوم (اس فرشتہ کے گھوڑے کا نام تھا) آگے بڑھ، چنانچہ اس نے اس مشرک کی طرف دیکھا جو اس کے سامنے تھا کہ وہ گُدِّی کے بل گر گیا، اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا کوڑے سے مارنے کی وجہ سے، چنانچہ اس انصاری نے آکر آپ ﷺ یہ واقعہ بتلایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، وہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔ (۲)

چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے ابو امامہ بن سہل سے وہ اپنے والد سے روایت

۱) البداية والنهاية: ۴/ ۶۷

۲) مسلم شريف: ۱۷۶۳

کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا: اے میرے بیٹے! ہم نے دیکھا بدر کے دن کہ ہم میں سے ایک شخص مشرک کے سر کی طرف اشارہ کرتا تھا، لہذا اُس کا سر اُس کے جسم سے تلوار کے اس تک پہنچنے سے پہلے گر جاتا تھا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے اس طرح مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے مدد فرمائی، پس شہادت اور سعادت کے حصول کے لئے سگے بھائیوں اور جگری دوستوں میں بھی مقابلہ ہو رہا تھا۔

ابو جہل کا قتل

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بدر کے دن صف میں تھا کہ اچانک میری نگاہ اٹھی، میں نے دیکھا کہ میرے دائیں بائیں دو کمسن (کم عمر) نوجوان ہیں، ان دونوں نوجوانوں کو اپنے دائیں بائیں دیکھ کر مجھے کچھ اطمینان نہ ہوا، اتنے میں ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے چپکے سے میرے کان میں کہا: چچا مجھے ذرا ابو جہل کو دکھا دیجیے، میں نے کہا: میرے بھتیجے! تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا: میں نے اللہ تعالی سے عہد کیا تھا کہ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کروں گا یا اپنی جان دے دوں گا، اتنے میں دوسرے نے بھی میرے کان میں چپکے سے یہی بات کہی، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ابو جہل کی طرف اشارہ کیا ہی تھا کہ دونوں اپنی تلواریں لئے ہوئے باز پرندہ کی طرح اس پر جھپٹ پڑے، اور اس کو مار کر وہیں ڈھیر کر دیا (وہ دونوں عفراء کے دو بیٹے تھے)(۲) پھر دونوں آپ ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا؟ تو دونوں میں سے ہر ایک کہنے لگا کہ میں نے قتل کیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی تلواروں کو صاف کیا ہے؟ دونوں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے دونوں

---

۱)البداية والنهاية: ۴/ ۷۱

۲)صحيح البخاري: ۳۸۴۴

کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا، لیکن سلب کا فیصلہ آپ ﷺ نے معاذ بن عمرو بن جموح کے لئے کیا۔ (۱)

س) اس پر ایک علمی سوال ہوتا ہے کہ جب دونوں نے قتل کیا تھا تو آپ ﷺ نے سلب کا فیصلہ ایک (مُعاذ بن عَمرو بن جَموح) کے لئے کیوں کیا؟

ج) قتلِ شرعی جس پر قتل کرنے والا سلب کا مستحق ہوتا ہے وہ حالت اثخان ہے یعنی اتنا زخمی کرنا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو جائے، کسی کام کا نہ رہے اور یہ کام معاذ بن عَمرو بن جَموح نے انجام دیا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان کے لئے سلب کا فیصلہ کیا۔

س) اس پر ایک سوال ہوتا ہے تو پھر آپ ﷺ نے كِلَاكُمَا قَتَلَهُ (تم دونوں نے قتل کیا) کیوں کہا؟

ج: ان کی دلجوئی کی خاطر۔ (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: کون ہے جو دیکھ کر آئے کہ ابو جہل کا کیا ہوا؟ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چل پڑے، لہذا انہوں نے اس کو اس حال میں پایا کہ عَفراء کے دو بیٹوں نے اس کو مار دیا تھا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ کر فرمایا: تو ابو جہل ہے؟ اس نے کہا: مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی شخص ہے جس کو تم نے قتل کیا ہو، ایک روایت میں ہے، اس نے کہا: کاش کہ کاشتکار کے علاوہ مجھے قتل کرتا۔ (۳)

یہ جنگ مسلمانوں کی واضح فتح اور مشرکین کی ذلت آمیز شکست پر ختم ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات «اَللّٰهُ أَكبر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ

---

۱) مشکاۃ المصابیح: ۴۰۲۷

۲) مرقاۃ المفاتیح: ۷/ ۵۳۹

۳) مشکاۃ المصابیح: ۴۰۲۸

وَحدَہٗ» کہے، اور آپ ﷺ کی یہی عادت تھی، بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ ﷺ جب کسی غزوہ، یا حج، یا عمرہ کے سفر سے لوٹتے تو زمین کے ہر بلند مقام پر تین تکبیر کہتے پھر یہ کلمات «لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وهَزَمَ الأَحْزابَ وَحدَہٗ» کہتے[1] قران مجید نے اس کیفیت کی ترجمانی اس آیت میں کی ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾[2]

ترجمہ: اور اللہ تعالٰی نے تمہاری بدر کے موقع پر مدد کی ایسی حالت میں جبکہ تم بالکل بے سَر وسامان تھے، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکر گزار بن سکو۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے کفار کے سارے مقتولین کو ایک ناپاک اور گندہ کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ سب اس میں پھینک دیے گئے، پھر آپ ﷺ ان کے اوپر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم کو تمہارے رب کا کہنا سچ نظر آیا؟ میں نے تو اپنے رب کا وعدہ بالکل سچ پایا، چنانچہ اس جنگ میں کفار کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے، اور ستر ہی قیدی بنائے گئے، ان قید ہونے والے لوگوں میں آپ ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور آپ کے چچا کے بیٹے عَقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب بھی تھے۔

لہٰذا صحابۂ کرام میں اختلاف ہوا قیدیوں کے سلسلہ میں کہ انہیں قتل کیا جائے یا ان سے فدیہ لیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے بدر کے دن لوگوں سے قیدیوں کے سلسلہ میں مشورہ طلب کیا، اور فرمایا: اللہ تعالٰی نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ان کی گردنیں ماردو، آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا، پھر آپ ﷺ نے

---

۱) صحيح البخاري: ۱۷۹۷

۲) آلِ عمران: ۱۲۳

دوبارہ فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے اور وہ گزشتہ کل تمہارے بھائی تھے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ان کی گردنیں ماردو، پھر آپ ﷺ نے ان سے اعراض کیا، پھر دوبارہ آپ ﷺ نے اسی طرح بات کہی، اِس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ان سے درگزر کیجئے، اوران سے فدیہ قبول کیجئے، چنانچہ آپ ﷺ کے چہرہ پر جو غم کے آثار تھے وہ ختم ہوگئے، اور آپ ﷺ نے ان سے درگزر کیا اوران سے فدیہ قبول فرمایا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ نازل فرمائی۔

ترجمہ: اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ آچکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا اُس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑا عذاب آجاتا۔ (۱)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی لکھا جاچکا ہے کہ جو کوئی بدر میں حاضر ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب نہیں دے گا، اگر یہ بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو تم نے فدیہ لیکر چھوڑنے کی راہ اختیار کی اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑا عذاب آجاتا۔ (۲)

مفتی تقی صاحب دامت برکاتہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اِس آیت میں اِس فیصلہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا گیا، اور اُس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ جنگِ بدر کا سارا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتبہ کفار کی طاقت اور شوکت کا زور اچھی طرح ٹوٹ جائے، اور جن لوگوں نے سالہا سال تک دین حق کا نہ صرف راستہ روکنے کی کوشش کی ہے، بلکہ مسلمانوں پر وحشیانہ ظلم ڈھائے ہیں، اُن پر ایک مرتبہ مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے، اس کے لئے ضروری تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی نرمی کا معاملہ کرنے کے بجائے ان سب کو قتل کیا جاتا، تاکہ یہ واپس جاکر مسلمانوں کے لئے خطرہ بھی نہ بن سکتے، اور ان کے عبرت ناک انجام سے دوسروں کو بھی سبق ملتا، یہاں یہ واضح

---

۱) البداية والنهاية: ۴/ ۹۴

۲) المغازي النبوية: ۶۲

رہے کہ جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے پر ناپسندیدگی کا یہ اظہار جنگ بدر کے وقت مذکورہ مصلحت کی بناء پر کیا گیا تھا، بعد میں سورۂ محمد کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اب چونکہ کفار کی جنگی طاقت ٹوٹ چکی ہے، اس لئے اب نہ صرف فدیہ لیکر، بلکہ بغیر فدیہ کے محض احسان کے طور پر بھی جنگی قیدیوں کو آزاد کیا جاسکتا ہے۔

بدر کے مالِ غنیمت کے سلسلہ میں صحابۂ کرام کے تین گروہ ہوئے، ایک گروہ آپ ﷺ کی نگرانی کر رہا تھا اس ڈر سے کہ کہیں مشرکین میں سے کوئی آپ ﷺ کی طرف لوٹ کرنہ آئے، اور ایک گروہ مشرکین کے تعاقب میں گیا ان کو قتل کرتے ہوئے اور قید کرتے ہوئے، اور ایک گروہ مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گیا، لہذا جس گروہ نے مالِ غنیمت جمع کیا تھا وہ کہنے لگا کہ ہم نے مالِ غنیمت جمع کیا ہے لہذا اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، اور جو لوگ دشمن کے تعاقب میں نکلے تھے انہوں نے کہا کہ تم ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہو، ہم نے ہی دشمن سے اس (مالِ غنیمت) کی حفاظت کی اور ہم نے ہی ان کو شکست دی، اور جن لوگوں نے آپ ﷺ کی نگرانی کی تھی انہوں نے کہا کہ ہمیں ڈر ہوا کہ دشمن میں سے کوئی آپ ﷺ تک پہنچے گا اس لئے ہم آپ ﷺ کی نگرانی میں مشغول ہوگئے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (الأنفال:۱)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ مالِ غنیمت کے بارے میں فیصلہ کا اختیار اللہ اور رسول کو حاصل ہے، لہذا تم اللہ سے ڈرو، اور آپس کے تعلقات درست کرلو اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم واقعی مؤمن ہو۔

پھر آپ ﷺ نے اُس مالِ غنیمت کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرمایا۔[1]

---

۱) البداية والنهاية: ۴/ ۱۰۲-۱۰۳

موسی بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدر کے دن مسلمانوں میں قریش کے چھ، اور انصار کے آٹھ آدمی شہید ہوئے[1] رسول اللہ ﷺ مدد یافتہ ہو کر مدینہ واپس تشریف لے آئے، آپ کے دشمنوں پر اس فتح کے بعد مدینہ اور اس کے اطراف میں آپ کا رعب و دبدبہ قائم ہو گیا، اور بہت بڑی تعداد میں اہلِ مدینہ اسلام لے آئے۔

بدری صحابۂ کرام کی تعداد

بدری صحابۂ کرام کی تعداد کے سلسلہ میں روایتیں مختلف ہیں، مشہور روایت تین سو تیرہ (۳۱۳) کی ہے، اس کے علاوہ تین سو انیس (۳۱۹) کی بھی روایت ہے، مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی تعداد مروی ہے۔

شہداء بدر کی تعداد اور ان کے نام

بدر میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد ۱۴ ہیں، مہاجرین میں سے ۶، اور انصار میں سے ۸۔[2]

مہاجرین صحابہ کے نام: عبیدہ بن حارث بن مطلب، عمیر بن ابی وقاص، ذوالشمالین بن عبد عمرو الخزاعی، صفوان بن بیضاء، عاقل بن بکیر اللیثی، مھجع مولی عمر بن خطاب۔

انصاری صحابہ کے نام: حارثہ بن سراقہ، معوذ بن حارث، عوف بن حارث، یزید بن حارث، عمیر بن حُمام، رافع بن معلی، سعد بن خیثمہ، مبشر بن عبد المنذر۔

---

۱) البداية والنهاية: ۴/ ۱۰۰

۲) البداية والنهاية: ۴/ ۱۳۸

بدری صحابۂ کرام کی فضیلت کے متعلق احادیث

(۱) اللہ تبارک وتعالی نے بدری صحابۂ کرام کو یہ تمغہ دیا کہ تم جو چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے۔[۱]

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيهِ - وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ - قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟ قَالَ: "مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ"[۲]

ترجمہ: حضرت معاذ بن رفاعہ زرقی اپنے والد سے روایت کرتے ہے (ان کے والد بدری صحابہ میں سے ہے) کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم اپنے درمیان بدری صحابۂ کرام کو کیا شمار کرتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے افضل۔

(۳) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "لَنْ يَدْخُلَ النَّارَ رَجُلٌ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ"۔

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدر اور حدیبیہ میں شریک ہونے والا شخص ہرگز دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔[۳]

غزوۂ بنی قینقاع ۲ سنہ ھ

---

۱) بخاری: ۳۰۰۷

۲) بخاری: ۳۹۹۲

۳) مسند احمد: ۱۵۲۶۲

ان کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو ان کے بازار میں جمع کیا اور فرمایا: اے یہود کی جماعت! اللہ سے ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہ عذاب آجائے جو قریش پر آیا تھا، اوراسلام لے آؤ، اس لئے کہ تم جان چکے ہو کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نبی ہوں، تم اس کو اپنی کتاب میں بھی لکھا ہوا پاتے ہو، اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے، چنانچہ وہ کہنے لگے اے محمد ﷺ! آپ اس بات سے دھوکہ میں نہ پڑیے کہ آپ کا مقابلہ ایسی قوم سے ہوا جن کو جنگ کا کچھ تجربہ نہیں ہے، اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کون لوگ ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۲ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۱۳ (آل عمران: ۱۲-۱۳)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان سے کہہ دو کہ تم مغلوب ہوگے اور تمہیں جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، اور وہ بہت بُرا بچھونا ہے تمہارے لئے ان دو گروہوں (کے واقعہ) میں بڑی نشانی ہے جو ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے، ان میں سے ایک گروہ اللہ کے راستہ میں لڑ رہا تھا، اور دوسرا کافروں کا گروہ تھا جو اپنے آپ کو کھلی آنکھوں ان سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہا تھا، اور اللہ جس کی چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے، بیشک اس واقعہ میں آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

بنو قَینُقاع کا قصہ یہ ہے کہ ایک عرب عورت بنو قینقاع کے بازار میں کچھ سامان لیکر آئی، اور اسے بنو قَینُقاع کے بازار میں بیچ دیا، اور ایک سُنار کے پاس (اپنے زیورات کی وجہ سے) بیٹھ گئی، یہودی اس کا چہرہ کھولنے کا ارادہ کرنے لگے، لیکن اس نے انکار کیا، تو اس سُنار نے چپکے سے اس کے

کپڑے کا نچلا کنارہ پچھلی طرف باندھ دیا، چنانچہ جب وہ کھڑی ہوئی، تو اس کا ستر کھل گیا، تو یہودی ہنسنے لگے، لہذا اس عورت نے شور مچایا، تو ایک مسلمان شخص اس سُنار کی طرف لپکا اور اُسے قتل کر دیا، اس کے جواب میں یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا، اس کے بعد اس شہید ہونے والے مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور ان یہودیوں کے خلاف مسلمانوں سے مدد طلب کی، مسلمان غصہ میں آگئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اور بنو قینقاع کے درمیان لڑائی ہوئی۔ (۱)

انہوں (بنو قَینُقاع) نے آپ ﷺ سے جو عہد کیا تھا اس کو توڑ دیا، اور قلعہ بند ہو گئے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان پر حملہ کیا، اور ۱۵ راتیں ان کا محاصرہ کیا، لہذا وہ آپ ﷺ کے حکم پر قلعہ سے اتر آئے، لہذا ان کو باندھ دیا گیا، اور آپ ﷺ ان کو قتل کرنا چاہ رہے تھے، بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے، چنانچہ عبد اللہ بن اُبَی آپ ﷺ کی طرف بڑھا اور اس نے آپ ﷺ سے ان کے سلسلہ میں گفتگو کی، لیکن آپ ﷺ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا، تو اس نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے گریبان میں داخل کیا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: مجھے چھوڑ، اور آپ ﷺ غصہ ہوئے یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کے چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا ناس ہو مجھے چھوڑ، اس نے کہا: بخدا میں نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ میرے معاہدین کے بارے میں احسان کا معاملہ کیجئے، بخدا میں زمانہ کی مصیبتوں کا خطرہ محسوس کر رہا ہوں؟ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: وہ تیرے لئے ہے۔ (۲)

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے ان محاصرہ کے دنوں میں مدینہ پر ابو لُبابہ بَشیر بن عبدُ المنذِر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تھا، اور ان کا محاصرہ پندرہ راتیں رہا۔ (۳)

---

۱) البداية والنهاية: ۴/ ۱۶۵-۱۶۶

۲) الكامل في التاريخ: ۲/ ۳۳

۳) البداية والنهاية: ۴/ ۱۶۷

غزوۂ بنی سُلیم ۲ سنہ ھ

آپ ﷺ جب بدر سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لے آئے تو مدینہ میں آپ ﷺ نے ۷ راتیں قیام کیا، اس کے بعد آپ ﷺ بنو سُلیم کے ارادہ سے نکلے، ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مدینہ پر آپ ﷺ نے حضرت سِباع بن عرفطہ غِفاری رضی اللہ عنہ یا عبد اللہ ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو ذمہ دار بنایا، چنانچہ آپ ﷺ ان کے چشموں میں سے ایک چشمہ پر پہنچے جس کو "کُدْر" کہا جاتا تھا، اور وہاں آپ ﷺ نے تین راتیں قیام کیا، پھر مدینہ لوٹے اور کوئی جنگ وغیرہ نہیں ہوئی۔ (۱)

غزوۂ سویق ۲ سنہ ھ

ابو سفیان نے بدر کے بعد نذر مانی کہ جب تک کہ محمد ﷺ سے لڑائی نہیں کرے گا جنابت کا غسل نہیں کرے گا، چنانچہ وہ اپنی نذر پوری کرنے کے لئے قریش کے ۲۰۰ سواروں کو لیکر نکلا، یہاں تک کہ رات کے وقت مدینہ آیا، اور بنو نَضیر کے سردار سَلاَم بن مِشْکم کے پاس پہنچ کر اس سے لوگوں کی خبر معلوم کی، پھر رات کے پچھلے پہر میں وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں میں پہنچا، اور قریش کے چند لوگوں کو مدینہ کی طرف بھیجا چنانچہ وہ "عُرَیض" نامی ایک جگہ آئے اور وہاں موجود کھجور کے درختوں میں آگ لگادی، اور ایک انصاری شخص کو (جس کا نام مَعْبَد بن عمرو تھا)، اور اس کے حلیف کو قتل کر دیا، پھر وہ لوٹ گئے، رسول اللہ ﷺ نے واقعہ کی خبر ملتے ہی تیز رفتاری سے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا، اور انہیں عاجز کر دیا، تو ابو سفیان اور اس کے ساتھی بوجھ ہلکا کرنے کے لئے سَتُّو پھینکنے لگے جو ان کا اکثر توشہ تھا، اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام سَوِیق (سَتُّو) کا غزوہ پڑ گیا۔ (۲)

---

۱) المغازی النبویۃ: ۱۰۷

۲) الکامل في التاریخ: ۲/ ۳۶

{کَعب بن اشرف یہودی کا قتل}

جب جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تو کعب بن اشرف کو بڑا رنج ہوا کہ مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے، کہنے لگا، اب دنیا میں جینے کا کوئی مزہ نہیں اب تو زمین کا اندرونی حصہ بہتر ہے اس کے اوپر والے حصہ سے، لہٰذا وہ مکہ کی طرف نکلا، اور عبد المطلب بن ابی وَداعہ بن ضَبِیرہ سَہمی کے پاس مقیم ہوا، اور اس کے نزدیک عاتِکہ بنت ابو العاص تھی، وہ مکہ والوں کو آپ ﷺ سے قتال پر ابھارنے لگا، اور بدر کے دن مشرکین کے جو لوگ قتل ہوئے تھے ان کے اوصاف بیان کرتا اور ان کی شان میں مرثیے کہتا، اس کے بعد وہ مدینہ آیا اور مدینہ آکر اس نے مسلمان عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہنا شروع کیے، اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کی ہجو کرنے لگا، یہ حرکتیں جب حد سے بڑھ گئیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ اٰذَى اللهَ وَرَسُوْلَهُ» کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے گا اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔ (۱)

چنانچہ اس کے قتل کا واقعہ بخاری شریف میں بیان کیا گیا ہے عَمرو بن دینار فرماتے ہیں، میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا: آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا، کون کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائی ہے، یہ سن کر حضرت محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے کہا: تو مجھے اجازت دیجئے کہ میں جو مناسب سمجھوں (اس کو خوش کرنے کے لئے) کہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: آپ جو مناسب سمجھے وہ کہیے، تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے، اور اس نے ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے، اور میں تمہارے پاس قرضہ

---

۱) البدایة والنهایة: ۴/ ۱۶۹

مانگنے کے لئے آیا ہوں، کعب نے کہا: یہ کچھ بھی نہیں، خدا کی قسم! آگے چل کر تم اس سے اکتا جاؤ گے، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بات یہ ہے کہ ہم نے اس کی پیروی کی ہے، لہذا ہمیں اچھا نہیں لگتا کہ ایک دم اسے چھوڑ دیں یہاں تک کہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے، لہذا ہم نے ارادہ کیا ہے کہ آپ سے ایک یا دو وَسَق (کھجور یا غلہ) بطور قرض کے لیں، کعب نے کہا: ہاں، لیکن کچھ گِروی رکھو، ان لوگوں نے کہا: تم کیا چیز گِروی رکھوانا چاہتے ہو؟ کعب نے کہا: اپنی بیویاں گروی رکھو، ان لوگوں نے کہا: ہم آپ کے پاس اپنی بیویاں کیسے گروی رکھیں، جبکہ آپ عربوں میں سب سے خوبصورت ہو، اس نے کہا: اچھا تو اپنے بیٹوں کو گروی رکھو، ان لوگوں نے کہا: ہم آپ کے پاس اپنے بیٹوں کو کیسے گروی رکھیں، کہ ان میں سے کسی ایک کو طعنہ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ایک یا دو وَسَق کے بدلہ ان کو گروی رکھا گیا تھا، یہ ہمارے لئے بڑے شرم کی بات ہے، البتہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس گروی رکھ سکتے ہیں، لہذا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے رات کو آنے کا وعدہ کیا، چنانچہ وہ وعدہ کے مطابق رات کو آئے، اور ابو نائلہ کو اپنے ساتھ لائے، جو کعب کا رَضاعی بھائی تھا، لہذا کعب نے انہیں قلعہ کی طرف بلایا، اور خود قلعہ سے اتر کر ان سے ملا، جب وہ قلعہ سے اترنے لگا تو اس کی بیوی کہنے لگی: اتنی رات کے وقت کہاں جا رہے ہو؟ کعب نے کہا: وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا رَضاعی بھائی ابو نائِلہ ہے، ایک روایت میں ہے، اس کی بیوی کہنے لگی: اس آواز سے تو گویا خون ٹپک رہا ہے، کعب نے کہا: وہ تو میرا دوست محمد بن مَسْلَمَہ اور میرا رَضاعی بھائی ابو نائِلہ ہی ہیں، یقیناً شریف آدمی کو اگر رات میں نیزہ مارنے کے لئے بلایا جائے تو وہ اس پر لَبَّیک کہتا ہے، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو لائے تھے، چناچہ انہوں نے ان سے کہا: جب کعب یہاں آئے گا میں اس کے سر کے بال تھام لوں گا اور سونگھوں گا، جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے تھام لیا ہے تو تم اس کا کام تمام کر ڈالنا، چنانچہ کعب ان کی طرف چادر اوڑھے ہوئے اتر آیا، اور اس کے بدن سے خوشبو پھوٹ رہی تھی، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج کی

طرح عمدہ خوشبو نہیں دیکھی (سونگھی)، ایک روایت میں ہے، کعب نے جواب میں کہا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو تمام عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے، اور حسن وجمال میں بھی اس کا نظیر نہیں ہے، عمرو بن دینار کہتے ہیں: پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: کیا تم مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: اچھا سونگھو، انہوں نے خود بھی سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سنگھایا، پھر دوبارہ کہا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو؟ (کہ میں تمہارا سر سونگھوں) اس نے کہا: ہاں، چنانچہ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر زور سے تھاما تو اپنے ساتھیوں سے کہا: اس کا کام تمام کردو، چنانچہ انہوں نے اس کا کام تمام کردیا، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو تمام واقعہ سنایا۔[1]

{ابورافع یہودی کا قتل}

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند لوگوں کو بھیجا، اور ان پر حضرت عبد اللہ بن عتِیک رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا، ابورافع آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا اور آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کرتا تھا، وہ حِجاز میں واقع اپنے قلعہ میں رہتا تھا، جب یہ لوگ اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہوچکا تھا، اور لوگ اپنے اپنے مویشی چرا کر لوٹ چکے تھے، تو حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم اسی جگہ بیٹھے رہو، میں جاتا ہوں اور دربان سے مل کر قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں، چنانچہ وہ آئے یہاں تک کہ قلعہ کے دروازہ پر پہنچ کر کپڑا ڈھانک کر اس طرح بیٹھے جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو، اور قلعہ کے سب لوگ اندر جاچکے تھے، اتنے میں دربان نے انہیں آواز دی! وہ اللہ کے بندے: اگر اندر آنا چاہتے ہو تو آجاؤ، اس لئے کہ میں دروازہ بند کر رہا ہوں، عبد اللہ

---

۱) صحیح البخاری: ۴۰۳۷

بن عتیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ سن کر میں قلعہ کے اندر گیا اور چھپا رہا، جب قلعہ والے سب اندر آ چکے تو دربان نے دروازہ بند کیا، اور چابیاں ایک میخ (کیل) پر لٹکائی، کہتے ہیں: میں ان چابیوں کی طرف بڑھا اور ان کو لیکر دروازہ کھول دیا، (تاکہ بھاگتے وقت آسانی ہو) اور ابو رافع کے یہاں رات کو قصہ گوئی کی جاتی تھی، اور وہ اپنے بالا خانوں میں بیٹھا کرتا تھا، جب قصہ گو چلے گئے، تو میں بالا خانے پر چڑھا اور جب میں کوئی دروازہ کھولتا تو اسے اندر سے بند کر دیتا تھا، میرا مقصد یہ تھا کہ اگر لوگوں کو شور شرابہ ہو کر پتہ لگ جائے تو ان کے مجھ تک پہنچنے سے پہلے پہلے میں ابو رافع کو قتل کر ڈالوں، الغرض میں ابو رافع تک پہنچا، وہ ایک تاریک کوٹھری میں اپنے بال بچوں کے درمیان سو رہا تھا، مجھے اس کا ٹھکانا معلوم نہ ہوا کہ وہ گھر کے کس حصہ میں پڑا ہے، آخر میں نے اس کو آواز دی، اے ابو رافع! اس نے کہا: کون ہے؟ تو میں آواز کی جانب جھکا اور آواز پر تلوار کی ایک ضرب لگائی، اور میں خود بھی اس وقت دَہشَت زَدہ تھا، اس ضرب سے کچھ مقصد بر آمد نہیں ہوا، ابو رافع چلاّیا، تو میں کوٹھری کے باہر آ گیا، اور تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر کوٹھری میں داخل ہوا، اور میں نے (آواز بدل کر پوچھا) ابو رافع! تم چلاّئے کیوں؟ وہ (مجھے اپنا آدمی سمجھ کر) کہنے لگا: تیری ماں کے لئے ہلاکت ہو، ابھی ابھی کسی نے اس کوٹھری میں مجھ پر تلوار کا وار کیا، کہتے ہیں: یہ سنتے ہی میں نے اس پر ایک اور ضرب لگائی، اگرچہ اب اسے گہری ضرب لگی مگر وہ مَرا نہیں، پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی یہاں تک کہ وہ اس کے پیٹھ تک پہنچ گئی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں اسے قتل کر چکا ہوں، چنانچہ میں ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک سیڑھی پر پہنچا، تو میں نے اپنا پیر رکھا یہ سمجھ کر کہ اب زمین آ گئی ہے، اور میں چاندنی رات میں گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی، تو میں نے اسے اپنی پگڑی سے باندھ دیا، اور وہاں سے چلتا ہوا (قلعہ کے باہر آکر) دروازے پر بیٹھ گیا، میں نے (اپنے دل میں) کہا: میں یہاں سے آج کی رات اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک کہ مجھے یقین نہ ہو جائے کہ میں نے اسے قتل کیا ہے، جب مُرغ نے آواز

دی (صبح ہوگئی) تو قلعہ کی دیوار پر موت کی خبر دینے والا کھڑا ہوا اور اعلان کیا: حِجاز کا تاجر ابو رافع مر چکا ہے، یہ سنتے ہی میں اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑا اور کہا جلدی بھاگ چلو، اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کرادیا، اور وہاں سے (بھاگتا ہوا) آپ ﷺ کے پاس پہنچا، اور آپ کو واقعہ سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا پیر پھیلاؤ، تو میں نے پھیلایا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیر دیا، ایسا معلوم ہوا جیسے اس پاؤں میں کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی۔ (۱)

غزوۂ اُحد ۳ سنہ ھ

غزوۂ احد شوال ۳ سنہ ھ میں پیش آیا۔ (۲) اس غزوہ کا پسِ منظر یہ ہے کہ جب بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور باقی ماندہ فوج مکہ کی طرف لوٹی تو اس کا مکہ والوں پر بہت برا اثر پڑا، چنانچہ عبد اللہ بن اَبی ربیعہ، عِکرمہ بن ابی جہل، اور صفوان بن اُمَیَّہ قریش کے ان لوگوں کے ساتھ جن کے باپ، بیٹے، اور بھائی بدر کے دن مارے گئے تھے ابوسفیان کے پاس گئے اور اس سے اور قریش کے اس قافلہ میں جن لوگوں کا حصہ تھا ان لوگوں سے اس معاملہ میں گفتگو کی، اور کہا کہ محمد ﷺ نے تمہارے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کردیا، پس تم اس مال کے ذریعے ان کے خلاف جنگ کرنے پر ہماری مدد کرو، شاید کہ ہم ان سے اپنا بدلہ لے لیں، چنانچہ وہ تیار ہوگئے۔

ہجرت کے تیسرے سال ماہِ شوال کے وسط میں قریش کا یہ لشکر اپنے پورے ساز وسامان کے ساتھ تین ہزار (۳۰۰۰) آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا، قریش کے ساتھ دوسرے قبائل کے لوگ بھی تھے، اور انہوں نے اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لیا تاکہ ان کی غیرت کی وجہ سے کوئی نہ بھاگ سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے، آپ ﷺ کی رائے یہ تھی

۱) صحیح البخاری: ۴۰۳۹
۲) البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۱۷۴

کہ مسلمان مدینہ میں ہی رہے اور ان لوگوں کو چھوڑے رکھیں، اگر وہ خود حملہ کریں تو ان سے جنگ کریں، عبد اللہ بن اُبَی کی بھی یہی رائے تھی، لیکن بعض مسلمانوں نے (جو بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور ان کو اس کا افسوس بھی تھا) یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ باہر نکل کر دشمنوں کا مقابلہ کریں، کہیں ان کو یہ محسوس نہ ہو کہ ہم بزدلی کی وجہ سے باہر نہیں نکل رہے ہیں، یہ لوگ آپ ﷺ سے اسی قسم کی باتیں کر رہیں تھے، کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لے آئے، اس وقت ان لوگوں کو جو باہر نکل کر مقابلہ کے خواہشمند تھے ندامت ہوئی، چنانچہ وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف کام پر آمادہ کیا ہے، اگر آپ چاہیں تو تشریف رکھیں اور یہیں رہ کر مقابلہ کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایک مرتبہ ہتھیار سے لَیس ہو جانے کے بعد جنگ سے پہلے ہتھیار رکھ دے، رسول اللہ ﷺ ایک ہزار (۱۰۰۰) صحابۂ کرام کے ساتھ مقابلہ کے لئے تشریف لے چلے، مدینہ سے کچھ دور پہنچے تھے کہ عبد اللہ بن اُبی تین سو (۳۰۰) آدمیوں کے ساتھ آپ ﷺ کو چھوڑ کر واپس ہوا، یہ کہہ کر کہ اِنہوں نے میری بات کو ٹھکرا دیا، اور نوجوانوں کی بات مان لی۔

اس موقع پر سچے مسلمانوں کے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دل بھی ڈگمگا گئے، اور ان کے دل میں بھی خیال آیا کہ تین ہزار (۳۰۰۰) کے مقابلہ میں صرف سات سو (۷۰۰) افراد بہت تھوڑے ہیں، اور ایسے میں جنگ لڑنے کے بجائے الگ ہو جانا چاہیے، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، اور وہ جنگ میں شامل ہوئے، قرانِ کریم کی اس آیت میں انہی کی طرف اشارہ ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

(آلِ عمران: ۱۲۲)۔

ترجمہ: جب تم ہی میں کے دو گروہوں نے یہ سوچا تھا کہ وہ ہمت ہار بیٹھیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ

ان کا حامی وناصر تھا، اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

آپ ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ احد (ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے تین کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے) کے ایک دامن میں پڑاؤ ڈالا، اور آپ ﷺ نے اپنی پشت اُحُد کی طرف کی، اس کے بعد ارشاد فرمایا: جب تک میں حکم نہ دوں کوئی جنگ کا آغاز نہ کرے، پھر آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جُبیر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ۵۰ تیر اندازوں کو فوج کے پیچھے ایک ایسی جگہ مقرر کیا جہاں سے حملہ کا خطرہ تھا، اور حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ کسی حالت میں نہ چھوڑیں، آپ ﷺ نے ۲ زرہیں پہنی اور پرچم حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کو دیا۔

غزوۂ احد میں آپ ﷺ نے کچھ نو عمر لڑکوں کو واپس فرمادیا تھا، جن میں حضرت سمرہ بن جندب، اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بھی تھے، (ان دونوں کی عمریں پندرہ سال تھی) حضرت رافع رضی اللہ عنہ کے والد نے اپنے بیٹے کی سفارش کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا بیٹا رافع بڑا تیر انداز ہے، لہذا آپ نے ان کو شرکت کی اجازت دی، پھر حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے، آپ ﷺ نے ان کو بھی واپس فرمایا، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے رافع کو اجازت دے دی اور مجھے واپس کر دیا حالانکہ اگر میری ان سے کشتی ہو تو میں ان کو پچھاڑ سکتا ہوں، دونوں میں کشتی ہوئی اور حضرت سمرہ نے حضرت رافع کو پچھاڑ دیا، اس طرح ان کو بھی غزوۂ احد میں شرکت کی اجازت مل گئی، لڑائی شروع ہو گئی، اور لوگ ایک دوسرے سے قریب ہوگئے، قریشِ مکہ کی عورتیں دف بجا بجا کر اپنے مردوں کو جنگ پر آمادہ کر رہی تھیں، یہاں تک کہ جنگ کا میدان گرم ہو گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس لڑائی میں اپنی بہادری کے کارنامے دکھلائے، اور بڑے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتارا، جُبیر بن مُطعِم کا غلام وحشی ان کی گھات میں تھا، وہ بھالا پھینک کر

اپنے مقابل کو ختم کرنے میں خاص مہارت رکھتا تھا، جُبیر نے وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا تو اس کو آزاد کیا جائے گا، کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کے چچا طُعیمہ کو بدر کے دن قتل کیا تھا، اِس کا غم بھی اس کے دل میں تھا، دوسری طرف ہندہ بھی اس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھار رہی تھی، وہ ان کی شہادت سے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنا چاہتی تھی، چنانچہ وحشی نے اپنا بھالا تان کر پوری طاقت سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا، لہٰذا وہ ان کے ناف سے پار نکل گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تڑپ کر گرے اور شہید ہوگئے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے ہو کر لڑتے رہے، یہاں تک کہ وہ شہید ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اپنی مدد نازل فرمائی، اور ان سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا، مشرکین کو سخت شکست اٹھانی پڑی اور مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے، یہاں تک کہ اپنی عورتوں کے پاس پہنچ گئے۔

جب ان تیر اندازوں نے (جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا) یہ حالت دیکھی تو وہ بھی مال غنیمت جمع کرنے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑنے لگے، اور کہنے لگے یَا قَوْمِ! اَلْغَنِیْمَةَ! اَلْغَنِیْمَةَ! لوگو! مالِ غنیمت، مالِ غنیمت، ان کے امیر (عبد اللہ بن جُبیر) نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد بھی یاد دلایا، لیکن انہوں نے بات نہیں مانی اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ مشرکین اب واپس آنے والے نہیں ہیں اس گھاٹی کو خالی کر دیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہ اس وقت لشکرِ کفار کے مَیمَنہ کے امیر تھے، انہوں نے احد کی یہ گھاٹی خالی دیکھ کر اس طرف سے حملہ کر دیا، اور وہاں مسلمان دستہ کے جو گیارہ صحابہ باقی رہ گئے تھے ان سب کو شہید کر دیا، اور پشت سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے، اس حملہ کی وجہ سے صورتحال بالکل بدل گئی، اور کفار کا لشکر جو شکست کھا چکا تھا وہ بھی واپس آگیا، اور ایک چیخنے والے نے چیخا کہ سنو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے گئے، اب مسلمان دونوں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے، اور دوست و دشمن کا امتیاز نہ رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ بعض مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید

ہوئے، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے والد یمان مسلمانوں ہی کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مسلمان میرے والد پر حملہ آور ہے، تو بہت شور مچایا لیکن کسی کی توجہ نہیں ہوئی، یہ دن مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کا دن تھا، اس درمیان میں دشمن آپ تک پہنچ گئے، اور آپ ﷺ کو ایک پتھر لگا جس سے آپ دائیں پہلو پر گر گئے، اور آپ کے سامنے والے دانت زخمی ہوئے، اور سر مبارک میں زخم آیا، اور لب مبارک خون آلود ہو گئے، اور آپ ﷺ کے چہرہ پر خون بہہ رہا تھا، اور آپ ﷺ اس کو پونچھے جا رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون آلود کیا، جبکہ وہ انہیں ان کے پروردگار کی طرف بلا رہا تھا" بخاری شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُحد کے دن آپ ﷺ زخمی ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۲۸ ۔[1]

ترجمہ: تمہیں اس فیصلہ کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

مسلمانوں کو خبر نہ تھی کہ آپ ﷺ کس جگہ ہیں، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اٹھایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ برابر کھڑے ہو گئے، اور مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے خون کو چوس کر نگل لیا، مسلمانوں کو اس موقع پر بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا، اور ان کو خوب جانی نقصان ہوا، اور متعدد صحابۂ کرام شہید ہوئے، یہ دراصل ان تیر اندازوں کی اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی اس صریح ہدایت پر آخری لمحہ تک عمل نہیں کیا، اور اپنی اس جگہ کو چھوڑ دیا جہاں

۱) صحیح البخاری: ۲/۸۹۷ باب: ۲۲

اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو مقرر فرمایا تھا، اس کیفیت کی قران نے کچھ اس طرح ترجمانی کی ہے۔

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۵۲ (آلِ عمران: ۱۵۲)۔

ترجمہ: اور تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تھا جب تم ان دشمنوں کو اسی کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دکھائی اور حکم کے بارے میں باہم اختلاف کیا اور اللہ نے تمہیں تمہاری پسندیدہ چیز دکھائی تو تم نے اپنے امیر کی بات نہیں مانی، تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا کو چاہتے تھے، اور کچھ وہ تھے جو آخرت کو چاہتے تھے، پھر اللہ تعالی نے تم سے ان کا رخ پھیر دیا تا کہ تمہیں آزمائے البتہ وہ تمہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ سے خود کی ایک کڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا تو اسی کے ساتھ ان کا ایک دانت گر پڑا، اور دوسری کڑی نکالی تو دوسرا دانت بھی اس کے ساتھ آگیا، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے، تیر ان پر گرتے رہے لیکن وہ اسی طرح جھکے رہے، یہاں تک کہ ان کی پیٹھ تیروں سے چھلنی ہوگئی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسی جگہ کھڑے حضور ﷺ کے دفاع میں دشمن پر تیر چلاتے رہے، آپ ﷺ ایک ایک تیر ان کو اپنے ہاتھ سے دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے «إِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّيْ» (تیر چلاؤ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو)۔

ترمذی شریف کی روایت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت سعد

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع نہیں فرمایا، لہذا آپ نے ان سے اُحد کے دن کہا «إِرْمِ فِدَاكَ أَبِيْ وَ أُمِّي» تیر چلاؤ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو، اور کہا: تیر چلاؤ اے طاقتور غلام۔ (1)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر ایسی ضرب آئی کہ آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر گر گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے اسی جگہ کر دیا، پس وہ آنکھ ایسی اچھی ہو گئی کہ اس کی بینائی پہلی آنکھ سے بھی تیز ہو گئی۔

مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھے لیکن اللہ کا فیصلہ کچھ اور تھا، جب جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم کیا تو تقریباً ۱۰ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے اور سب ایک ایک کر کے آپ پر قربان ہو گئے، پھر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا اور تیروں کو روکنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی سب انگلیاں زخموں سے لہولہان ہو گئی، اور ہاتھ شل ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں ایک چٹان پر چڑھنا چاہ رہے تھے، لیکن چڑھنا دشوار ہو رہا تھا، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے، یہاں تک کہ آپ اس چٹان پر چڑھ آئے، نماز کا وقت ہوا تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی، یہ وہ وقت تھا جب لوگ شکست کھا کر منتشر ہونے لگے، لیکن حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے (جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا تھے) اس وقت بھی شکست تسلیم نہ کی، ان کا گزر مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا، انہوں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں، تو کہا: تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے، اٹھو اور جس پر آپ نے جان دی ہے اس پر تم بھی جان دے دو، یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور دشمنوں سے قتال کیا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

1) سنن الترمذي: ۲۸۲۹

میرے چچا بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے، چنانچہ انہوں نے فرمایا: میں آپ ﷺ کی پہلی جنگ سے پیچھے رہا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کا موقع دیا تو اللہ بھی دیکھے گا کہ میں کیسی کوشش کرتا ہوں، انہوں نے اُحد کا موقع پایا، لہٰذا مسلمان شکست کھانے لگے، تو انہوں نے فرمایا: اے اللہ! میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اس کام کی جو ان مسلمانوں نے کیا، اور میں بیزار ہوں اس سے جو مشرکین نے کیا، چنانچہ وہ اپنی تلوار لیکر آگے بڑھے، لہٰذا ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، تو انہوں نے فرمایا: اے سعد! کہاں؟ وہ فرمانے لگے کہ میں تو اُحد پہاڑ کے سامنے سے جنت کی خوشبو پارہا ہوں، یہ کہہ کر وہ چل دیے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے، ان کو پہچانا نہیں گیا یہاں تک کہ ان کی بہن نے ان کو ایک تِل یا انگلی کے پوروے سے پہچان لیا، اور انہیں ۸۰ سے زیادہ زخم نیزوں، تلواروں اور تیروں کے لگے تھے۔[1] ان ہی کے بارے میں قرانِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ (الأحزاب:۲۳)۔

ترجمہ: اوران مومنین میں کچھ لوگ وہ تھے جنہوں نے اس عہد کو پورا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا، پس کچھ وہ تھے جنہوں نے اپنی نذر پوری کرلی، اور کچھ وہ تھے جو انتظار میں رہے، اوران میں کچھ تبدیلی نہیں آئی۔

اور زیاد بن سَکَن رضی اللہ عنہ پانچ انصاریوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لڑ رہے تھے، انہوں نے قتال کیا یہاں تک کہ وہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُن کو میرے قریب کرو، صحابۂ کرام نے ان کو آپ ﷺ کے قریب کیا، آپ ﷺ نے ان کے سر کو اپنے قدمِ مبارک پر رکھ دیا، پس ان کا انتقال ہوا درآنحالیکہ ان کا رخسار آپ ﷺ کے قدمِ

---

۱) صحیح البخاری: ۴۰۴۸

مبارک پر تھا، حضرت عَمرو بن جمُوح رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں لنگ تھا، اوران کے چار نوجوان بیٹے تھے، جو آپ ﷺ کے ساتھ غزوات پر نکلتے تھے، جب آپ ﷺ غزوۂ اُحُد کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت عمرو بن جمُوح رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلنے کا ارادہ کیا تو ان سے ان کے بیٹوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رخصت دی ہے، اگر آپ تشریف رکھیں تو اچھا ہے ہم لوگ آپ کی طرف سے کافی ہیں، اور حضرت عَمرو بن جَموح رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے، اور کہا کہ میرے یہ بیٹے مجھے آپ کے ساتھ نکلنے سے روک رہے ہیں، اور میری تمنا ہے کہ میں شہید ہو جاؤں، اور جنت میں اسی طرح لنگڑاتا ہوا چلوں، آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک آپ کی بات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے جہاد کو معاف کر دیا ہے، اور ان کے بیٹوں سے کہا: کیا حرج ہے کہ تم ان کو جہاد میں جانے دو، شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے، پس وہ آپ ﷺ کے ساتھ نکلے، اور اُحد کے دن شہید ہو گئے۔

حضرت ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ نے (اس تلوار سے جس کو انہوں نے آپ ﷺ سے یہ کہہ کر لیا تھا کہ میں اسے اس کے حق کے ساتھ لے رہا ہوں) سخت قتال کیا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: احد کے دن آپ ﷺ نے تلوار لی اور فرمایا: کون اسے مجھ سے لے گا؟ تو صحابۂ کرام نے اپنے ہاتھوں کو پھیلایا ہر ایک کہہ رہا تھا میں، میں، آپ ﷺ نے فرمایا: کون اسے اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ سب لوگ رک گئے، تو حضرت ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لوں گا، انہوں نے اسے لیا اور اس کے ذریعہ مشرکین کے سروں کے ٹکڑے کر دیے۔ (۱)

مسلمانوں کے اضطراب کا یہی عالم تھا کہ ایک جانب سے حضور ﷺ تشریف لے آئے، جب مسلمانوں نے حضور ﷺ کو پہچان لیا تو وہ اٹھ کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ ان کو لیکر دوبارہ وادی کی طرف بڑھے، اُبَی بن خلف نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا، اور کہنے لگا: محمد! اگر تو سلامت رہا تو

---

۱) مسلم شریف: ۲۴۷۰

میری خیر نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، لیکن جب وہ آپ ﷺ سے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی (حارث بن صِمہؓ) سے نیزہ لیکر اس کی گردن پر مارا، نیزہ لگتے ہی اس نے گھوڑے سے گر کر کئی پلٹیاں کھائیں، وہ چلاتا ہوا واپس جانے لگا اور کہنے لگا: بخدا! محمد نے مجھے قتل کر دیا، لوگوں نے کہا: یہ معمولی سا زخم تو ہے، تو اس قدر کیوں چلا رہا ہے؟ تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم! اس زخم کی تکلیف اگر سارے اہلِ حجاز میں تقسیم کر دی جائے تو سب کی ہلاکت کے لئے کافی ہوگی، چنانچہ اسی طرح وہ چیختا چلاتا ہوا مکہ مکرمہ سے نو یا دس میل کے فاصلہ پر مقام سَرِف میں مر گیا۔

قریش جب احد سے واپس ہونے لگے تو ابو سفیان نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر پکارا (أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ) کیا لوگوں میں محمد ﷺ زندہ ہے، آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو منع کر رکھا تھا کہ کوئی کچھ جواب نہ دے، ابو سفیان نے تین بار یہ آواز لگائی مگر کوئی جواب نہ ملا تو یہ آواز لگائی، (أَفِي الْقَوْمِ إِبْنُ أَبِي قُحَافَةَ) کیا لوگوں میں قحافہ کے بیٹے ابو بکر زندہ ہیں، آپ نے پھر منع فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے، ابو سفیان نے یہ جملہ تین بار دہرایا جب کوئی جواب نہ پایا تو یہ آواز لگائی (أَفِي الْقَوْمِ إِبْنُ الْخَطَّابِ) کیا لوگوں میں خطاب کے بیٹے عمر زندہ ہے، اس جملے کو بھی تین بار دہرایا جب کوئی جواب نہ پایا تو اپنی قوم سے کہا (هٰؤُلَاءِ قَدْ قُتِلُوْا فَلَوْ كَانُوْا أَحْيَاءً لَأَجَابُوْا) کہ یہ سب کے سب قتل ہو گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے، ابو سفیان کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت عمرؓ برداشت نہ کر سکے، اور زوردار آواز میں کہا اے اللہ کے دشمن اللہ کی قسم تو نے جھوٹ کہا، سن لے تیرے رنج و غم کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے، ابو سفیان نے اپنی قوم کے ایک بت کا نعرہ لگاتے ہوئے کہا (أُعْلُ هُبُلْ، أُعْلُ هُبُلْ) اے ہبل تو بلند ہو، آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس کے جواب میں کہو اللہ ہی سب سے اعلی اور بزرگ و برتر ہیں، ابو سفیان نے پھر یہ کہا (لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ) ہمارے پاس عزی ہے اور تمہارے پاس عزی ہی

نہیں، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کے جواب میں کہو (اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ) اللہ ہمارا والی اور مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔

ابوسفیان نے پھر کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے لہذا ہم اور تم برابر ہوگئے، اور لڑائی ڈولوں کے مانند ہے کبھی اوپر کبھی نیچے، حضرت عمر نے جواب دیا سن ہم اور تم برابر نہیں ہمارے مقتولین جنت میں ہے جبکہ تمہارے مقتولین جہنم میں۔

اس کے بعد کفار روانہ ہوگئے، تو مسلمانوں کی عورتیں خبر لینے اور حال معلوم کرنے مدینہ سے نکلیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے خون جاری ہے تو وہ خون دھونے لگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے چہرہ سے خون کو دھو رہی تھیں، لیکن جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی خون میں اور اضافہ کررہا ہے تو چٹائی کا ایک ٹکڑا لیکر اسے جلا دیا، اور اس کی راکھ زخم پر باندھ دی، جس سے خون اسی وقت تھم گیا۔ (١)

حضرت عائشہ اور حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہما اس غزوہ میں اپنی کمر پر مشکیزیں لاد کر زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں، جب مشکیزے خالی ہوجاتے تو واپس جاکر انہیں دوبارہ بھرتیں، پھر ان لوگوں کی پیاس بجھاتیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام شہداء کو وہیں دفن کردیا اور ان کے لئے دعا کی، ایک ایک قبر میں دو دو تین تین دفن کئے گئے، اُحد کے دن ستر مسلمان شہید ہوئے، ان میں سے اکثر انصار میں سے تھے اور مشرکین کے ۲۲ لوگ مارے گئے۔

---

١) صحیح البخاری: ۵۲۴۸/ ۳۰۳۷

کچھ متفرقات

غزوۂ اُحُد میں مشرکین کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) تھی، ان کے ساتھ ۷۰۰ زرہیں، ۲۰۰ گھوڑے، اور ۱۵ عورتیں تھیں، اور مسلمانوں کے پاس ۱۰۰ زرہیں اور صرف ۲ گھوڑے تھے، ایک آپ ﷺ کا اور دوسرا ابوبُردہ بن نِیار کا، اور اور غزوۂ اُحد میں آپ ﷺ نے چند لوگوں کو ان کی کم عمری کی وجہ سے واپس کیا تھا، جن کے نام یہ ہیں، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت اُسید بن ظُہَیر، حضرت براء بن عازب، حضرت عرابہ بن اوس، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم، اور کچھ دوسرے صحابہ، اور آپ ﷺ نے حضرت جابر بن سمرہ، اور حضرت رافع بن خَدِیج رضی اللہ عنہما کو اجازت دی تھی۔ (۱)

غزوۂ حَمْرَاء الأسد ۳ ھ

جب کفارِ مکہ اُحد کی جنگ سے واپس چلے گئے تو راستہ میں انہیں پچھتاوا ہوا کہ ہم جنگ میں غالب آجانے کے باوجود خواہ مخواہ واپس آگئے، اگر ہم کچھ اور زور لگاتے تو تمام مسلمانوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا، اس خیال کی وجہ سے انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا، دوسری طرف آپ ﷺ نے شاید ان کے ارادہ سے باخبر ہو کر یا اُحد کے نقصان کی تلافی کے لئے جنگ اُحد کے اگلے دن سویرے صحابہ میں یہ اعلان فرمایا کہ ہم دشمن کے تعاقب میں جائیں گے، اور جو لوگ جنگ اُحد میں شریک تھے صرف وہ ہمارے ساتھ چلیں، صحابۂ کرام اگرچہ اُحد کے واقعات سے زخم خوردہ تھے، اور تھکے ہوئے بھی تھے، مگر انہوں نے آپ ﷺ کی اس دعوت پر لَبَّيْكَ کہا جس کی تعریف سورۂ آل عمران کی اس آیت میں کی گئی ہے۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

---

۱) الكامل في التاريخ: ۲/ ۴۶

مِنۡهُمۡ وَ اتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۷۲﴾ۚ اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِیۡمَانًا ٭ۖ وَّ قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَكِیۡلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضۡلٍ لَّمۡ یَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیۡطٰنُ یُخَوِّفُ اَوۡلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوۡهُمۡ وَ خَافُوۡنِ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۵﴾ (آل عمران:۱۷۳-۱۷۵)۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار کا فرمانبرداری سے جواب دیا، ایسے نیک اور متقی لوگوں کے لئے زبردست اجر ہے، وہ لوگ جن سے کہنے والوں نے کہا تھا کہ یہ (مکہ کے کافر) لوگ تمہارے (مقابلہ) کے لئے پھر سے جمع ہوگئے ہیں، لہٰذا ان سے ڈرتے رہنا، تو اس (خبر) نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور وہ بول اُٹھے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے، اور وہ بہترین کارساز ہے، نتیجہ یہ کہ یہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل لیکر اس طرح واپس آئے کہ انہیں ذرا بھی گزند نہیں پہنچی، اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے، اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم کا مالک ہے، درحقیقت یہ تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، لہٰذا اگر تم مؤمن ہو تو ان سے خوف نہ کھاؤ، اور بس میرا خوف رکھو۔

چنانچہ آپ ﷺ اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل کر حمراءُ الأَسَد (جو کہ مدینہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے) کے مقام پر پہنچے، اور وہاں تین دن قیام کیا، چنانچہ وہاں آپ کو قبیلۂ خُزاعہ کا ایک شخص مَعبَد ملا (جو کافر ہونے کے باوجود آپ ﷺ سے ہمدردی رکھتا تھا) اس نے کہا: اے محمد ﷺ! آپ کو جو تکلیف پہنچی وہ ہم پر شاق گزری، پھر وہ وہاں سے نکلا تو اس کی ملاقات کفارِ مکہ کے سردار ابوسفیان سے ہوگئی، جنہوں نے پھر آپ ﷺ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تھا تاکہ مسلمانوں کا صفایا کر دے، جب اس نے معبد کو دیکھا تو پوچھا تیرے پیچھے کون ہے؟ اس نے کہا: محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسا لشکر لیکر تمہاری تلاش میں نکلے ہے جس کے مثل

لشکر میں نے نہیں دیکھا، میں یہی مشورہ دیتا ہوں کہ پلٹ کر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دو اور واپس چلے جاؤ، معبد کی اس گفتگو سے کفار پر رعب طاری ہوا، اور انہوں نے لوٹنے کا ارادہ تو کر لیا لیکن عبد القیس کے ایک قافلہ سے جو مدینہ منورہ جارہا تھا یہ کہہ گئے کہ جب راستہ میں ان کی حضور سے ملاقات ہو تو کہو کہ ابوسفیان بہت بڑا لشکر جمع کر چکا ہے تاکہ مسلمانوں کو جڑ سے ختم کر دے، مقصد یہ تھا کہ اس خبر سے مسلمانوں پر رعب طاری ہو، چنانچہ یہ لوگ جب حمراءُ الأَسَد پہنچ کر آپ ﷺ سے ملے تو انہوں نے آپ ﷺ سے ابوسفیان کی بات کہی، لیکن صحابۂ کرام نے اس سے مرعوب ہونے کے بجائے وہ جملہ کہا جو اس آیت میں تعریف کے ساتھ نقل کیا گیا ہے یعنی (حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ)، پھر آپ ﷺ مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔[1]

غزوۂ رَجِیع سنہ ۴ھ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے جاسوسوں کی ایک جماعت روانہ فرمائی، اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا (جو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نانا تھے) یہ لوگ روانہ ہوئے، چنانچہ جب "عُسفان" اور "مکہ" کے درمیان پہنچے، توقبیلۂ ہُذیل کے ایک خاندان "بنو لِحیان" کو کسی نے ان حضرات کی خبر دی، انہوں نے سو (۱۰۰) تیر اندازوں کو ان کے تعاقب میں بھیجا، جو ان کے نشانات ڈھونڈتے رہے، یہاں تک کہ ایک جگہ جا کر ٹھہرے تو وہاں کھجور کی گٹھلیاں پڑی ہوئی دیکھیں، جنہیں عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مدینہ سے بطور توشہ کے اپنے ساتھ لے گئے تھے، لہذا وہ کہنے لگے: یہ تو یثرب کی کھجوریں معلوم ہوتی ہیں، اور ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے، یہاں تک کہ انہیں جا ملے، جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی راستہ نہ پا سکے، تو انہوں نے مجبور ہو کر ایک ٹیلہ کی پناہ لی، ان کافروں نے ان صحابۂ کرام کا

---

۱) الكامل في التاريخ: ۲/ ۵۷

احاطہ کیا، اور کہنے لگے: تمہارے لیے عہد و پیمان ہے اگر تم ہماری طرف اتر آؤ، کہ ہم تم میں سے کسی شخص کو قتل نہیں کریں گے، تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو کسی کافر کے عہد و پیمان میں نہیں اتر سکتا، اے اللہ! اپنے نبی کو ہماری خبر پہنچا دیجئے، چنانچہ کافروں نے ان پر تیر مارنا شروع کیے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ سات لوگوں کو قتل کر دیا، حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما اور ایک شخص بچ گئے، لہٰذا ان کافروں نے ان کو عہد و پیمان دیا، تو وہ صحابۂ کرام ان کی طرف اتر آئے، جب کافروں نے ان صحابۂ کرام پر قابو پا لیا تو ان کے کمان کی تانت کھولی، اور انھیں اسی سے باندھ دیا، پس ان تیسرے شخص نے جو ان دو صحابہ کے ساتھ تھے کہا: یہ پہلا دھوکہ ہے، اور انہوں نے اُن کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، اُن کافروں نے انہیں گھسیٹا، اور انہیں اپنے ساتھ لے جانے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ نہ مانے، تو ان کافروں نے انہیں قتل کر دیا، اور حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو لے جا کر مکہ کے بازار میں بیچ دیا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن حارث کو قتل کیا تھا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ان کے پاس قیدی بن کر رہے، جب ان کافروں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی سے عاریت پر اُسترا مانگا، تاکہ اس کے ذریعے سے زیرِ ناف بالوں کو صاف کرے، تو اس نے دے دیا، وہ کہتی ہے: میرا دھیان میرے بچہ سے بھٹک گیا، چنانچہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی ران پر رکھا، جب میں نے اس کو دیکھا تو میں ڈر گئی، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت مجھ سے جان لی، درآنحالیکہ ان کے ہاتھ میں استرا تھا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تجھے ڈر ہے کہ میں اسے قتل کروں گا، میں انشاء اللہ ایسا نہیں کروں گا، اور وہ کہتی تھی: میں نے کبھی خبیب سے بہتر قیدی نہیں دیکھا، میں نے اسے انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا جبکہ اس وقت مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا، درآنحالیکہ وہ زنجیر میں

جکڑے ہوئے تھے، وہ تو ایک رزق تھا جو اللہ نے ان کو دیا تھا، وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو لیکر حرم سے نکلے، تاکہ انہیں قتل کر دیں، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے چھوڑ دو، پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اگر تم یہ خیال نہ کرتے کہ میں مرنے سے گھبراتا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت نماز کو ایجاد کر دیا، پھر انہوں نے یہ بد دعا کی «اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا» اے اللہ ان کی گن گن کر گرفت فرما، پھر یہ اشعار کہے۔

فَلَسْتُ أُبَالِيْ حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا	عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ فِي اللهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ	يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ترجمہ: جس وقت میں مسلمان ہونے کی حالت میں مارا جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، خواہ اللہ کے لئے کسی بھی کروٹ پر میرا مرنا ہو، خدا ہی کے لئے میرا قتل ہونا ہے اور اگر خدا نے چاہا تو میری نعش کے ٹکڑوں میں برکت پیدا کر دے گا۔

پھر عُقبہ بن حارث ان کی طرف بڑھا اور انہیں شہید کر دیا اور قریش نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش پر لوگوں کو بھیجا کہ ان کے بدن کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر لے آئیں جسے وہ پہچان لیں، کیونکہ حضرت عاصم نے بدر کے دن ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بھیڑوں کا لشکر سائبان کی طرح بھیج دیا، انہوں نے حضرت عاصم کی نعش کو بچا لیا، لہذا قریش کے بھیجے ہوئے لوگ کچھ بھی نہ کر سکیں۔ (۱)

حضرت زید بن دَثِنہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بخاری شریف کی روایت میں مذکور نہیں ہے، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن اُمَیَّہ نے اپنے باپ اُمَیَّہ بن خلف کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے خریدا تھا، چنانچہ صفوان بن اُمَیَّہ نے حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو اپنے غلام نِسطاس رومی کے حوالہ کر کے

۱) صحیح البخاری: ٤٠٨٦

مقامِ "تنعیم" بھیجا کہ ان کو وہاں شہید کر دیا جائے،لہذا تماشہ دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت مقامِ "تنعیم" میں جمع ہو گئی تھی،جب ان کو شہید کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابو سفیان نے کہا: اے زید! کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمہاری جان بچ جائے اور محمد ﷺ کو تمہاری جگہ قتل کر دیا جائے؟ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ غصہ ہوئے اور انہوں نے ڈانٹ کر کہا: خدا کی قسم! مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد ﷺ کے پاؤں میں کانٹا چبھے، اور اس کے بدلہ میں میری جان بچ جائے، ابو سفیان نے یہ جواب سن کر کہا: خدا کی قسم! میں نے کسی کو اتنا مخلص اور عاشق نہیں پایا جتنا کہ اصحابِ محمد ﷺ کو محمد ﷺ کا عاشق اور وفادار پایا، اس کے بعد نِسطاس نے ان کو شہید کر دیا۔

بئرِ معُونَہ سنہ ۴ھ

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ عامر بن مالک حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساتھ میں کچھ ہدیہ بھی لایا، حضور ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اس نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ انکار کیا بلکہ درخواست کی کہ آپ اپنے آدمی ہمارے قبیلہ کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ کو اہلِ نَجد سے اندیشہ ہے کہ وہ میرے صحابۂ کرام کو نقصان پہنچائیں گے، عامر بن مالک نے کہا: میں آپ کے صحابۂ کرام کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں، چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی فرمائش پر ۷۰ قُرَّاء کو بھیجنے کا فیصلہ فرمایا، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ قبیلۂ "رِعل" اور "ذَکوان" کے لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور انہوں نے اسلام کا اظہار کر کے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیں مدد دیجئے، لہذا اُن کی مدد کی غرض سے آپ ﷺ نے ان ۷۰ صحابۂ کرام کی جماعت کو روانہ فرمایا تھا، لیکن دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں کہ عامر بن مالک نے جو درخواست کی تھی اس کی خواہش کو بھی پورا کرنا مقصود تھا اور قبیلۂ "رِعل" اور "ذَکوان" کی مدد بھی مقصود تھی، چنانچہ یہ حضرات

روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے ان کا امیر حضرت منذر بن عَمرو ساعِدی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اور ایک خط حضرت حَرام بن مِلحان رضی اللہ عنہ کو بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کے نام دیا (عامر بن طفیل عامر بن مالک کا بھتیجا تھا) حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچے، انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم پیچھے رہو، میں عامر بن طفیل کو خط دیتا ہوں اگر اس نے مجھے امن دے دیا تو تم یہیں رہنا، اور اگر مجھے قتل کر دیا تو تم باقی ساتھیوں کے پاس چلے جانا، چنانچہ اس نے حضرت حَرام بن مِلحان رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو (جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے) بِئرِ مَعُونہ کے دن نیزہ لگا تو انہوں نے خون کو ہاتھ سے لیکر چہرہ اور سر پر چھڑکا، اور کہنے لگے: «فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ» رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔ (١)

اور عامر بن طفیل نے بنو عامر کو بقیہ صحابۂ کرام کے قتل پر ابھارا، عامر بن طُفیل کے چچا عامر بن مالک نے کہا: میں نے ان حضرات کو امن دیا ہے لہذا ان کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے، مگر عامر بن طفیل نے چچا کی بات نہیں مانی، اور بنو عامر نے بھی کہا: جب ان کو امن دیا گیا ہے تو پھر غداری نہیں ہونی چاہیے، جب بنو عامر نے عامر بن طُفیل کی بات نہیں مانی تو عامر بن طفیل نے قبیلۂ "رِعْل" اور "ذَکوان" سے مدد طلب کی، اور "رِعْل" اور "ذَکْوان" والوں نے (باوجود اس کے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے صحابۂ کرام کو بھیجنے کی درخواست کی تھی) عہد شکنی کی، اور عامر بن طُفَیل کے ساتھ مل کر صحابۂ کرام کو شہید کیا، صرف تین صحابۂ کرام بچ گئے، ایک حضرت کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، ان کے بارے میں سمجھا گیا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، حالانکہ وہ زندہ تھے، چنانچہ وہ خندق کے موقع پر شہید ہوئے، دوسرے دو صحابۂ کرام میں ایک مُنذِر بن محمد رضی اللہ عنہ اور ایک عَمرو بن اُمَیَّہ ضَمری رضی اللہ عنہ تھے، یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے، اچانک

---

١) صحیح البخاری: ۴٠٩٢

انہیں آسمان پر پرندے اڑتے ہوئے نظر آئے، پرندوں کو اڑتا ہوا دیکھ کر یہ دونوں گھبرا گئے اور کہنے لگے: شاید کوئی حادثہ پیش آیا ہے، چنانچہ جب دونوں قریب آگئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام صحابۂ کرام شہید ہو گئے ہیں، لہذا دونوں نے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے، پس حضرت عَمرو بن اُمَیَّہ ضَمری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا کہ مدینہ چل کر آپ ﷺ کو اس کی خبر دی جائے، لیکن مُنذر بن محمد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا کہ جہاں منذر بن عمرو (جو کہ لشکر کے امیر تھے) شہید کئے گئے وہاں سے مُنذِر بن محمد کیسے بھاگ سکتا ہے؟ لہذا وہ آگے بڑھے اور کفار سے لڑکر شہید ہوگئے، حضرت عَمرو بن اُمَیَّہ ضَمری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو لوگوں نے زندہ گرفتار کیا اور عامر بن طفیل کے حوالہ کیا، لہذا عامر بن طفیل نے ان کے سر کے بال کاٹے اور ان کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ میری والدہ نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی، لہذا یہ اس کی طرف سے آزاد ہے، جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ ایک مہینہ تک قبیلۂ "رِعْل" اور "ذَکْوان" کے لئے بددعا کرتے رہے، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: "رِعْل" "ذَکْوان" "عُصَیَّہ" اور "بنولِحْیان" نے آپ ﷺ سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد طلب کی، تو آپ ﷺ نے ۷۰ انصاری صحابۂ کرام کو جنہیں ہم لوگ قاری کہا کرتے تھے ان کی مدد کے لئے روانہ کیا، یہ لوگ دن کو لکڑیاں لاتے اور رات میں نماز پڑھا کرتے تھے، جب وہ "بِئرِمَعُونہ" پہنچے، تو ان لوگوں نے ان صحابۂ کرام کو قتل کر دیا، اور ان کے ساتھ دھوکہ کا معاملہ کیا، یہ خبر آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ ایک مہینہ تک ان قبیلوں (رِعْل، ذَکْوان، عُصَیَّہ اور بنولِحْیَان) کے لئے نمازِ فجر میں بددعا کرتے رہے، حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے ان کے متعلق قرانِ کریم کی آیتیں بھی پڑھی ہیں، بعد میں چل کر ان کی تلاوت منسوخ ہوگئیں، وہ آیتیں یہ تھیں۔ « بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ وَاَرْضَانَا » کہ ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادو کہ ہم اپنے

پروردگار سے مل گئے، پس وہ ہم سے خوش ہوا اور اس نے ہمیں خوش کر دیا۔ (١) اس واقعہ سے آپ ﷺ کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ زندگی میں اتنا کبھی صدمہ نہیں ہوا تھا۔

غزوۂ بنی نَضِیر سنہ ۴ ھ

جیسا کہ پیچھے گزرا کہ جب بئر معونہ میں عامر بن طُفیل نے صحابۂ کرام کو شہید کیا تھا تو اس نے حضرت عَمرو بن اُمیّہ ضَمری رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر آزاد کیا تھا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی، چنانچہ حضرت عَمرو بن اُمیّہ ضَمری رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف نکلے، تو انہیں بنو عامر کے دو لوگ ملے، جن کا آپ ﷺ سے عہد و پیمان تھا، لیکن حضرت عَمرو بن اُمیّہ ضَمری رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ نہ تھا، چنانچہ حضرت عَمرو بن اُمیّہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم دونوں کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا تعلق بنو عامر سے ہیں، چنانچہ حضرت عَمرو بن اُمیّہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ وہ دونوں سو گئے، تو ان کو قتل کر دیا، اور خیال کیا کہ وہ اپنے بعض صحابۂ کرام کا انتقام لینے میں کامیاب ہو گئے، پھر آ کر آپ ﷺ کو اس کی خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان دونوں کو قتل کر دیا لہٰذا میں ان کی دیت دوں گا۔ (٢)

چنانچہ آپ ﷺ بنو نضیر کی طرف نکلے (جو کہ یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا) تاکہ ان سے بنو عامر کے ان دو مقتولین کی دیت کے سلسلہ میں مدد حاصل کریں، بنو نضیر اور بنو عامر کے درمیان معاہدہ تھا، بنو عامر جس طرح مسلمانوں کے حلیف تھے، اسی طرح بنو نضیر کے بھی حلیف تھے، لہٰذا عرب کے دستور کے مطابق دیت میں کچھ حصہ بنو نضیر کے ذمہ میں بھی ادا کرنا واجب تھا۔

پس بنو نضیر کے لوگوں نے آپ ﷺ سے میٹھی میٹھی باتیں کیں، اور آپ ﷺ کو اچھی اچھی امیدیں دلائیں، لیکن آپ ﷺ کے خلاف سازش کرنے میں مشغول رہیں، چنانچہ اسی

---

١) صحیح البخاری: ۴٠٩٠

٢) فتح الباري: ۴٠٣٢

دوران بنو نضیر آپس میں سر گوشی کرنے لگے کہ یہ اچھا موقع ہاتھ لگ گیا ہے، اس طرح کا موقع کبھی بھی ہاتھ نہیں لگے گا، لہذا کون شخص ہے جو اس گھر کے اوپر چڑھکر ان پر ایک چٹان گرا دے، کہ ہم سب کو ان سے راحت ملے، آپ ﷺ کو بذریعۂ وحی یہودیوں کے اس گندے ارادہ کی اطلاع ملی، چنانچہ آپ ﷺ وہاں سے اٹھے اور مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، اور ان سے جنگ کی تیاری شروع کی، اور ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ (۱)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نکل پڑے، یہاں تک کہ ان کے پاس پڑاؤ ڈالا، اور ان کا ۶ راتیں محاصرہ کیا، اسی وقت شراب کی حرمت نازل ہوئی، انہوں نے قلعوں میں پناہ لی، پھر آپ ﷺ نے ان کے کھجور کے درخت کاٹے، اور ان میں آگ لگانے کا حکم دیا، تو انہوں نے ندا لگائی کہ اے محمد ﷺ! آپ تو فساد برپا کرنے سے منع کرتے تھے، اور جو فساد برپا کرے اس پر نکتہ چینی کرتے تھے، اب کھجور کے درخت کاٹنے اور ان کو جلانے کا کیا معاملہ ہے؟ کہتے ہیں: بنو عوف بن خزرج کی ایک جماعت نے (جس میں عبد اللہ بن اُبَی، وَدیعۃ، مالک، سُوید اور داعِس شامل تھے) بنو نضیر کو یہ پیغام بھیجا کہ تم ثابت قدم رہو، ہم تمہیں ہرگز ان کے سپرد ہونے نہیں دیں گے، اگر تم لڑوگے تو ہم بھی تمہارے ساتھ لڑیں گے، اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے، تو بنو نضیر نے ان کی مدد کا انتظار کیا، لیکن وہ مدد نہ کر پائے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، لہذا انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کو جلاوطن کریں، لیکن ان کا خون بہانے سے بچیں، اس شرط پر کہ ہتھیاروں کو چھوڑ کر وہ جو کچھ لے جاسکیں وہ ان کے لئے ہوگا، آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ (۲)

چنانچہ وہ لوگ اپنے ساتھ وہ سارا سامان لے گئے جو اونٹوں پر جاسکتا تھا، اور ان میں کا ایک شخص اپنے گھر کو گراتا تھا، پھر اس کے سامان کو اپنے اونٹ کی پشت پر رکھتا تھا، پھر اس کو لیکر

۱) السیرۃ النبویۃ: ۲۴۴

۲) البدایۃ والنهایۃ: ۴/ ۲۵۹

چلتا، اسی غزوہ کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَخۡرَجَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ دِيَارِهِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مَّانِعَتُهُمۡ حُصُوۡنُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَيۡثُ لَمۡ يَحۡتَسِبُوۡا ‌ۚ وَ قَذَفَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ يُخۡرِبُوۡنَ بُيُوۡتَهُمۡ بِاَيۡدِيۡهِمۡ وَ اَيۡدِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ‌ۖ فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِى الۡاَبۡصَارِ ۝۲ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمُ الۡجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا ‌ؕ وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ‌ۚ وَمَنۡ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝۴ مَا قَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّيۡنَةٍ اَوۡ تَرَكۡتُمُوۡهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوۡلِهَا فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيُخۡزِىَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝۵ وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مِنۡهُمۡ فَمَاۤ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰـكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۶ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِۙ كَىۡ لَا يَكُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَيۡنَ الۡاَغۡنِيَآءِ مِنۡكُمۡ‌ ؕ وَمَاۤ اٰتٰٮكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝۷ (الحشر: ۲-۷)۔

ترجمہ: وہی ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا تمہیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے بھی یہ خیال کیا تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچائیں گے، پھر اللہ ان کے پاس ایسی جگہ سے آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں تھا، اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی ویران کر رہے تھے، لہذا اے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو، اور اگر اللہ نے اُن کی قسمت میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں اُن کو عذاب دے دیتا، البتہ آخرت میں اُن کے لئے دوزخ کا عذاب ہے، یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے

دشمنی ٹھانی، اور جو شخص اللہ سے دُشمنی کرتا ہے، تو اللہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے، تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے، یا انہیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا، اور اس لئے تھا تاکہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے، اور اللہ نے اپنے رسول کو اُن کا جو مال بھی فئ کے طور پر دلوایا اُس کے لئے تم نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے، اللہ اپنے رسول کو (دوسری) بستیوں سے جو مال بھی فئ کے طور پر دلوادے، تو وہ اللہ کا حق ہے اور اُس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں، اور رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

پس ان میں سے کچھ لوگ خیبر کی طرف نکلے، اور کچھ لوگ شام چلے گئے، اس طرح مدینہ سے بنو نضیر کا ہنگامہ ختم ہوا۔ (۱)

اس غزوہ کا دوسرا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بدر کا واقعہ پیش آیا، تو کفارِ قریش نے یہود کو لکھ بھیجا کہ تم جائدادوں اور قلعوں والے لوگ ہو، اوران کو دھمکیاں دینے لگے کہ محمد ﷺ سے لڑو ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ کریں گے وہ کریں گے، اس خط کے ملنے پر بنو نَضِیر نے عہد شکنی کا اور نبی کریم ﷺ سے فریب کا ارادہ کیا، انہوں نے آپ ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہماری طرف اپنے تین آدمی ساتھ لیکر آیئے، ہمارے تین عالم لوگ آپ سے ملاقات کریں گے، اگر وہ آپ پر ایمان لے آئیں تو ہم آپ کی پیروی کریں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو منظور کیا، اور انہوں نے اپنے تینوں عالموں سے کہہ دیا تھا کہ اپنے ساتھ خنجر چھپا کر رکھنا، اور موقع ملتے ہی آپ ﷺ کو قتل کر دینا، بنو نضیر کی ایک عورت تھی اس کا بھائی مسلمان تھا، اس نے اپنے بھائی

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۲۴۴

کو بنو نضیر کے اس گندے اور ناپاک ارادہ کی خبر دی، چنانچہ اس کے بھائی نے آکر آپ ﷺ کو اس کی خبر دی، جبکہ ابھی آپ ﷺ ان تک پہنچے نہیں تھے، چنانچہ آپ ﷺ راستہ ہی سے لوٹے، اور آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو لیکر ان کا محاصرہ کیا، اور ان سے سخت قتال کیا یہاں تک کہ انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ان کو جلا وطن کریں، لیکن ان کا خون بہانے سے بچیں، اس شرط پر کہ ہتھیاروں کو چھوڑ کر وہ جو کچھ اونٹوں پر لے جاسکیں وہ ان کے لئے ہوگا، وہ سب کچھ لے گئے حتی کہ اپنے گھروں کے دروازے تک لے گئے، گویا کہ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے ویران کر رہے تھے اور منہدم کر رہے تھے۔ (۱)

نوٹ: اِس پس منظر کے اعتبار سے جو آخر میں بیان کیا گیا، غزوۂ بنی نضیر ۲ھ میں ہوگا۔

غزوۂ ذاتُ الرِّقاع ۴ سنہ ھ

ہجرت کے چوتھے سال نبی کریم ﷺ نے نَجْد کی جانب غزوہ کیا، اس غزوہ کا پس منظر بخاری شریف کی روایت میں بیان کیا گیا ہے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم آپ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے، اور ہم ۶ لوگ تھے، ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہورہے تھے، لہذا (چلتے چلتے) ہمارے پاؤں پھٹ گئے، اور میرے تو پاؤں پھٹ کر ناخن بھی گر پڑے، ہم نے اپنے پاؤں پر چِندیاں لپیٹی تھیں، اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام "ذاتُ الرِّقاع" پڑ گیا، کیونکہ پاؤں پھٹ جانے کی وجہ سے ہم نے ان پر چندیاں لپیٹی تھیں، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی، پھر انہوں نے اس کو ناپسند کیا اور کہا: ہم نے یہ محنت اس لئے نہیں کی تھی کہ اسے بیان کریں، انہیں اپنے نیک اعمال ظاہر کرنا برا معلوم ہوا۔ (۲)

آپ ﷺ چلے، یہاں تک کہ آپ نے مقامِ "نَخْلہ" میں پڑاؤ ڈالا، لوگ ایک دوسرے سے

---

۱) فتح الباري: ۴۰۳۲

۲) صحیح البخاری: ۴۱۲۸

قریب ہوگئے، لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی، اور لوگ ایک دوسرے سے خوفزدہ تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر لوگوں کو صلاۃُ الخوف کی نماز پڑھائے۔ (۱)

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نجد کی جانب غزوہ کیا، جب آپ ﷺ اس غزوہ سے لوٹے، تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ لوٹے، تو بہت زیادہ کانٹے دار درختوں والی وادی میں قیلولہ کے وقت نے صحابۂ کرام کو پالیا، پس آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا، صحابۂ کرام درختوں کا سایہ حاصل کرنے کے لئے کانٹے دار جھاڑیوں میں منتشر ہوگئے، اور آپ ﷺ ایک ببول کے درخت کے نیچے تشریف لائے، اور اس پر اپنی تلوار لٹکا دی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہماری آنکھ لگ گئی، پھر کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں، آپ کے نزدیک ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا تو اس نے میری تلوار کو نیام سے نکالا، میں بیدار ہوا، تو وہ اس کے ہاتھ میں برہنہ تھی، لہذا یہ مجھ سے کہنے لگا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ (۲) تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، پھر آپ ﷺ نے تلوار لی اور فرمایا: تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ بہترین لینے والے بنیے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا: نہیں، لیکن آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے قتال نہیں کروں گا اور نہ ہی ان لوگوں کے ساتھ شریک رہوں گا جو آپ سے لڑتے ہیں، آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور اس کو کوئی سزا نہیں دی، پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا کہ میں تمہارے پاس لوگوں میں سب سے بہتر شخص کے پاس سے آیا ہوں۔ (۳)

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۲۴۵

۲) صحیح البخاری: ۴۱۳۴ / ۴۱۳۵

۳) البدایۃ والنہایۃ: ۴ / ۲۷۱

کچھ اہم متفرقات

(۱) اس غزوہ کو ذات الرِّقاع کہنے کی وجہ:

رِقاع یہ رُقْعَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی پیوند اور چِندیوں کے آتے ہیں، چنانچہ صحابۂ کرام نے اپنے پیروں پر ان کے پھٹنے کی وجہ سے چِندیاں لپیٹی تھیں، اس وجہ سے اس کو ذات الرِّقاع کہا گیا۔

(۲) تلوار سونتنے والے کا نام غَوْرَث بن حارِث تھا۔

(۳) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ بات پختگی کے ساتھ کہنا مناسب ہے کہ غزوۂ ذات الرِّقاع غزوۂ بنو قریظہ کے بعد ہے، اس لئے کہ صلوۃُ الخوف غزوۂ خندق کے موقع پر مشروع نہیں ہوئی تھی، اور صلاۃُ الخوف غزوۂ ذات الرِّقاع میں مشروع ہوئی ہے، چنانچہ یہ دلیل ہوئی کہ غزوۂ ذات الرِّقاع خندق کے بعد واقع ہوا ہے۔(۱)

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا ہے کیونکہ اس غزوہ میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شریک تھے اور یہ دونوں حضرات خیبر کے بعد اسلام لائے ہیں۔

(۵) اگر اسے حافظ صاحب کی رائے کے مطابق خندق کے بعد مان لیا جائے تو خندق کے سلسلہ میں بھی دو قول ہیں ایک قول کے اعتبار سے خندق ۴ھ میں واقع ہوئی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور موسی بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، تو اس اعتبار سے ذات الرِّقاع سنہ ۴ ھ میں ہوگا، اور ایک قول کے اعتبار سے خندق سنہ ۵ ھ میں واقع ہوئی ہے تو ذاتُ الرِّقاع بنو قریظہ کے بعد ۵ھ میں ہوگا۔

غزوۂ خندق سنہ ۵ ھ

غزوہ خندق شوال سنہ ۵ ھ میں پیش آیا، اور اس کا سبب یہودی بنے، بنو نضیر اور بنو وائل کے

۱) فتح الباري: ۴۱۲۸

کچھ لوگ مکہ آئے اور قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارا، قریش کو اس قسم کی جنگوں کا تجربہ تھا اور وہ پہلے سے اسے بھگتتے ہوئے آئے تھے، اس لئے ان کی ہمت نہ پڑتی تھی لیکن یہودیوں کے اس وفد نے ان کے لئے اس کو مزین، اور آسان کر کے پیش کیا اور کہا کہ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے اس وقت تک جب تک کہ اس دین کا صفایانہ کر دیں، پس قریش بہت خوش ہوئے، اور انہوں نے ان کی دعوت قبول کی، اور تیاریاں کرنی شروع کی، پھر وہ وفد نکلا اور قبیلۂ غطفان کے پاس آکر انہیں بھی اس کی دعوت دی، اور مختلف قبائل میں چکر لگا کر مدینہ پر حملہ کرنے کا یہ نیا منصوبہ ان کے سامنے تفصیل کے ساتھ رکھا، اور قریش کی موافقت سے بھی انہیں باخبر کیا۔

حضور ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی کہ ان لوگوں نے متحد ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، اور یہ عزم کیا ہے کہ مسلمانوں کے وجود کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں گے، تو حضور ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ خندق کھودی جائے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہم سرزمینِ فارس میں رہتے تھے، جب ہمیں کسی گھوڑ سوار فوج کا خطرہ لاحق ہوتا تو ہم اپنے اردگرد خندق کھودتے تھے، لہٰذا آپ ﷺ نے ان کی رائے کو قبول فرمایا، اور مدینہ کے شمال مغرب میں خندق کھودنے کا حکم دیا، جہاں سے دشمنوں کے حملہ کا خطرہ تھا۔

آپ ﷺ نے خندق کھودنے کا کام اپنے صحابۂ کرام کے درمیان تقسیم کیا، ان میں سے ہر دس کے لئے ۴۰ ہاتھ، اور خندق کی لمبائی پانچ ہزار (۵۰۰۰) ہاتھوں کے اردگرد تھی، اور گہرائی سات سے لیکر دس ہاتھوں تک اور چوڑائی نو سے کچھ اوپر تک۔

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی خندق کھودنے کا کام کیا، مسلمانوں کو اجر کی ترغیب دیتے ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابۂ کرام نے بھی کام کیا، اور آپ ﷺ اور صحابۂ کرام مسلسل کام میں لگے

رہے، اور ٹھنڈی سخت تھی، ان کو اتنی غذا ملتی تھی جس سے جان بچ جائے، اور کبھی وہ بھی نہ ملتی تھی، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے آپ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی، اور ہم نے اپنے پیٹوں سے کپڑا اٹھایا تو ہمارے پیٹوں پر ایک ایک پتھر تھا، پس آپ ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو آپ ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے، لیکن صحابۂ کرام بڑے خوش تھے، اللہ کی تعریفیں کر رہے تھے، اور رجزیہ اشعار کہہ رہے تھے، ان کی زبان پر شکوہ نہ آتا تھا، بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مہاجرین اور انصار مدینہ کے ارد گرد خندق کھود رہے تھے، اور مٹی کو اپنی پیٹھ پر لاد کر منتقل کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا	عَلَى الإِسْلاَمِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

ترجمہ: ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے تو اسلام ہی پر زندہ رہیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ اُن کے جواب میں یہ کہہ رہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّه لاَ خَيْرَ إِلاَّ خَيْرُ الآخِرَة	فَبَارِكْ فِي الأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَة

ترجمہ: اے اللہ! بھلائی تو آخرت ہی کی بھلائی ہے، لہٰذا آپ انصار اور مہاجرین کی زندگی میں برکت عطا فرمایئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کے پاس دو مٹھی بھر جو آتے، پھر ان کو بدبودار چربی کے ساتھ بنایا جاتا، اور لوگوں کے سامنے رکھا جاتا، درآنحالیکہ لوگ بھوک کی حالت میں ہوتے، اور وہ چربی بدبو کی وجہ سے کھائی نہ جاتی۔(۱)

خندق کھودنے کے دوران ایک بڑی چٹان آئی، جس پر کدالیں کام نہیں کر رہی تھیں، صحابۂ کرام نے آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی، جب آپ ﷺ نے اس کو دیکھا تو کدال لی اور بِسْمِ

۱) صحیح البخاری: ۴۱۰۰

اللہ کہہ کر اس پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰہُ أکبر مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں، اس کے بعد دوسرا تہائی حصہ بھی توڑ ڈالا، پھر فرمایا: اَللّٰہُ أکبر مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں، بخدا میں مدائن کا سفید محل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، پھر تیسری مرتبہ بِسْمِ اللہ کہہ کر ضرب لگائی اور باقی ماندہ پتھر کو بھی توڑ ڈالا، پھر فرمایا: اَللّٰہُ أکبر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں، بخدا میں میری اس جگہ سے صَنْعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔[1]

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم خندق کے دن کھود رہے تھے، اتنے میں ایک سخت چٹان سامنے آگئی، صحابۂ کرام آپ ﷺ کے پاس آئے، اور عرض کیا کہ یہ ایک سخت چٹان ہے جو خندق میں حائل ہو گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں خود اترتا ہوں، پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے درآنحالیکہ آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا، ہم نے تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی، پس آپ ﷺ نے کدال لی اور اس چٹان پر ماری تو وہ ریت کا ڈھیر ہو گئی، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے، (پس آپ ﷺ نے اجازت دی) میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے آپ ﷺ میں وہ بات دیکھی ہے جس پر میں صبر نہیں کر سکتا، تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس تھوڑے سے جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے، لہذا میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا، میری بیوی نے جَو پیسے، یہاں تک کہ ہم نے گوشت کو ہانڈی میں ڈال دیا، پھر میں آپ ﷺ کے پاس آیا، اور آٹا گونڈھ چکا تھا، اور ہانڈی چولہے پر تھی، قریب تھا کہ پک جائے، میں نے کہا: تھوڑا سا کھانا ہے، پس آپ تشریف لے چلیں اور ایک یا دو آدمی اپنے ساتھ لے لیجئے، آپ ﷺ نے کہا: کھانا کتنا ہے؟ تو میں نے آپ سے اس کو بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بہت ہے اور عمدہ ہے، اپنی بیوی سے کہو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۲۵۰

چولہے پر سے نہ اتارے اور نہ ہی روٹی تنُّور سے نکالے، پھر آپ ﷺ نے کہا: اٹھو، پس مہاجرین اور انصار کھڑے ہوئے، جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس داخل ہوئے تو کہا: تیرا ناس ہو، نبی کریم ﷺ تو مہاجرین وانصار اور ان کے ساتھ تمام جماعت کو لیکر آرہے ہیں، ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ ﷺ نے تم سے دریافت کیا تھا؟ میں نے کہا: ہاں، لہذا آپ ﷺ نے فرمایا: اندر چلو اور بھیڑ مت کرو، چنانچہ آپ ﷺ روٹیاں توڑ توڑ کر اوپر گوشت رکھ کر لوگوں کو دینے لگے، جب ہانڈی اور تنور میں سے کچھ لیتے تو اسے ڈھانپ دیتے، اسی طرح برابر روٹیاں توڑ توڑ کر دیتے رہے، اور ہانڈی میں سے چمچہ بھر بھر کر لیتے رہے، یہاں تک کہ سب شکم سیر ہوگئے، اور تھوڑا سا کھانا بچ بھی گیا، آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا: تو خود بھی اس کو کھا، اور ہدیہ بھی کر، کیونکہ لوگوں کو بھوک لاحق ہوئی ہے۔ (۱)

مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوئے تو قریش آگئے، اور آکر انہوں نے مدینہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا، اور غطفان بھی اپنے تابع قبائل کے ساتھ آگئے، اورانہوں نے بھی مدینہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا، لہذا آپ ﷺ تین ہزار (۳۰۰۰) مسلمانوں کے ساتھ نکلے۔

مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ تھا، چنانچہ حُیي بن اخطب (جو کہ بنو نضیر کا سردار تھا) نے بنو قریظہ کو عہد کے توڑنے پر ابھارا، بنو قریظہ نے بہت منع کرنے کے بعد عہد کو توڑا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی تحقیق کی تو اس کے بعد مسلمانوں کی پریشانی بڑھ گئی، لوگوں کے دل الٹنے لگے، دلوں پر رعب چھا گیا کہ ایک طرف کفار کی کثرت ہے، تو دوسری طرف یہ اندیشہ ہے کہ عورتیں، بچے اور مال ومتاع مدینہ میں غیر محفوظ ہیں، کیونکہ بنو قریظہ قریب ہیں نہ معلوم وہ کس وقت حملہ کردیں، لہذا منافقین اور کمزور ایمان لوگوں نے کمزوری کا اظہار شروع کردیا، پس بنو حارثہ کے منافقین کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں، لہذا ہمیں اجازت

---

۱) صحیح البخاری: ۴۱۰۱

دیجئے کہ ہم مدینہ جائیں، ان کا مقصد صرف اور صرف بھاگنا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں سورۂ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ﴿١١﴾ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢﴾ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَاأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ (الأحزاب:۹-۱۳)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے، پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسے لشکر جو تمہیں نظر نہیں آرہے تھے، اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اس کو دیکھ رہا تھا، وہ تم پر چڑھ آئے تھے تمہارے اوپر سے بھی اور تمہارے نیچے سے بھی، اور جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں، اور کلیجے منہ کو آئے تھے، اور تم اللہ کے ساتھ مختلف گمان کر رہے تھے، اس موقع پر ایمان والوں کی بڑی آزمائش ہوئی، اور انہیں ایک سخت بھونچال میں ڈال کر ہلا دیا گیا، اور یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ کیا ہے وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں، اور جب انہی میں سے ایک گروہ نے کہا تھا کہ اے یثرب کے لوگو! تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے، پس واپس لوٹ جاؤ، اور انہی میں سے ایک فریق نبی سے اجازت مانگ رہا تھا یہ کہتے ہوئے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، وہ تو بس بھاگنا چاہ رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ اس وقت قبیلۂ غطفان سے اس بات پر صلح کرلینا مناسب

ہے کہ آپ انہیں مدینہ کے پھلوں میں سے ثلث حصہ دیں گے، اور یہ خیال آپ کے دل میں انصار کی وجہ سے آیا جن پر جنگ کا سب سے زیادہ بوجھ پڑتا تھا، اور آپ ان کو مزید مشقت میں ڈالنا نہ چاہتے تھے لہذا آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اور یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے، ہم نہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور نہ ہی اس کو پہچانتے تھے، پس اس وقت ہم ان کو کھجور کا ایک دانہ بھی (ضیافت اور خرید و فروخت کے علاوہ) نہیں دیتے تھے، تو کیا جب ہم کو اللہ نے اسلام کی دولت سے نوازا، اور ہدایت نصیب کی اور ہمیں آپ کے ذریعے سے عزت بخشی تو کیا ہم ان کو اپنا مال دیں گے؟ بخدا! ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم انہیں تو صرف تلوار دیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے، اوس اور خزرج کے دونوں سردار حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کی ثابت قدمی کو دیکھ کر آپ ﷺ نے اپنی رائے تبدیل فرمادی۔ (۱)

چنانچہ ایک مہینہ سے کچھ کم کا محاصرہ رہا، خندق کی وجہ سے آمنے سامنے جنگ نہ ہو سکی، مگر جانبین سے تیریں چلا کرتی تھیں، کفار پریشان تھے کہ خندق کو کیسے پار کیا جائے، لہذا ایک روز عَمرو بن عَبْدِ وُدّ (جو کہ مشہور شہہ سوار تھا) اور عِکرِمہ بن ابی جہل، نوفل بن عبد اللہ، اور ضَرار بن خطاب وغیرہ نے ایک جگہ سے خندق پار کر کے مسلمانوں کو دعوتِ مُبارَزت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ عمرو بن عبد وُدّ کے مقابلہ میں نکلے، عَمرو کہنے لگا: تم چھوٹے ہو ابھی تمہیں زندگی کی کچھ بہاریں دیکھنی ہیں، اس لئے واپس چلے جاؤ، اور کسی بڑے آدمی کو میرے مقابلہ میں لاؤ، کیونکہ میں تمہارے قتل کو پسند نہیں کرتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن میں تو تمہارے قتل کو پسند کرتا ہوں، یہ سن کر عَمرو غصہ میں آگیا، اس نے گھوڑے سے اتر کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا وار روکا، لیکن پیشانی پر زخم آیا، جواباً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کیا اور پہلے ہی وار میں

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۲۵۳

اس کو جہنم رسید کر دیا، عمرو کی موت کو دیکھ کر اس کے ساتھ آنے والے بقیہ لوگ بھاگ گئے، نوفِل بن عبد اللہ بھاگتے ہوئے خندق میں جا گرا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اتر کر اس کا بھی کام تمام کر دیا، یہ دن بڑا سخت تھا، پورے دن تیر اندازی ہوتی رہی، اسی دن آپ ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔

محاصرہ بدستور جاری رہا، ایک دن نُعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں مسلمان ہو گیا ہوں لیکن اب تک میری قوم کو اس کا علم نہیں ہے، لہذا آپ مجھے جو چاہیں حکم دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: جنگ میں دھوکہ جائز ہے اس لئے جو مناسب سمجھو کرو، چنانچہ نُعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نکلے، اور بنو قریظہ کے پاس آکر کہا: تم لوگ جنگ میں شریک تو ہو گئے ہو، مگر کیا تم نے اپنے انجام کو بھی سوچ لیا ہے؟ قریش اور غطفان کیا ہے اگر فتح ہوئی تو خیر، اگر شکست ہوئی تو یہ سب چلے جائیں گے، پھر تمہارا اور مسلمانوں کا سابقہ ہو گا، تو اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا، بنو قریظہ نے پوچھا کہ کیا رائے ہے؟ حضرت نُعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ تم قریش اور غطفان کے ساتھ قتال نہ کرو جب تک کہ ان سے بطورِ رہن کچھ آدمی نہ لو، اگر وہ دیں تو شرکت کرو، ورنہ شرکت مت کرو، وہ کہنے لگے کہ آپ نے واقعی بہت اچھی رائے دی ہے، پھر نُعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نکلے، اور قریش کے پاس آکر انہیں بتلایا کہ یہود اپنے کئے پر شرمندہ ہیں، وہ سوچ رہے ہیں کہ قریش کے کچھ سردار بطورِ رہن ان کے ہاتھ میں رہیں، تاکہ عہد شکنی کا کوئی خطرہ نہ رہے، اور وہ ان کو نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابۂ کرام کے حوالہ کر دیں گے، پھر صحابہ ان کی گردنیں ماردیں گے، پھر وہ غطفان کی طرف نکلے، اور ان سے بھی وہی باتیں کہی جو قریش سے کہی تھی۔

اس کے بعد قریش اور غَطفان نے عِکرِمہ بن ابی جہل کو بنو قریظہ کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ محاصرہ کافی طویل ہو گیا ہے، لہذا تم باہر نکلو تاکہ سب مل کر حملہ کریں، عکرمہ وہاں گئے، تو بنو قریظہ

کہنے لگے: ہم اس وقت شرکت کریں گے جب تم اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس بطورِ رَہَن رکھو، بنو قریظہ کے اس جواب سے قریش اور غَطفان کو یقین ہو گیا کہ نُعَیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے، لہذا قریش نے جواب دیا کہ ہم اپنے آدمی رہن میں نہیں رکھوا سکتے، اگر جنگ لڑنی ہے تو آجاؤ، اس طرح ان کفار میں پھوٹ پڑ گئی (اللہ تعالیٰ نے ایک مدد اس طرح فرمائی) دوسری مدد اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک تیز آندھی بھیجی جس نے قریش کے تمام خیمے اکھاڑ دیے، چولہے بجھا دیے، ہانڈیاں الٹ گئیں، اور سامان بکھر گئے، جس کی وجہ سے کفار بد حواس ہو گئے، گھبرا گئے، بالآخر ابو سفیان نے اعلان کیا کہ بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے، ہمارے جانور ہلاک ہو گئے، آندھی نے ہمارے خیمے اکھاڑ دیے، لہذا فوراً واپس چلو، قریش کی خبر سن کر غطفان والے بھی روانہ ہو گئے، اس طرح یہ تمام قبائل جو مُتَّفِقَہ طور پر اسلام اور مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے نامراد ہو کر واپس لوٹے۔

کچھ اہم متفرقات

غزوۂ خندق کب پیش آیا؟ موسی بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شوال ۴ ؁ھ میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کی ہے کہ وہ اُحُد کے دن آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تھے (اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی) اس لئے آپ ﷺ نے ان کو شرکت کی اجازت نہیں دی تھی، پھر غزوۂ خندق کے موقع پر پیش ہوئے (اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی) تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ (۱)

اس سے پتہ چلا کہ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے درمیان ایک سال کا فصل ہوا، اور اُحد ۳ ؁ھ میں ہوا ہے تو خندق کا ۴ ؁ھ میں ہونا ثابت ہوا۔

۱) صحیح البخاري: ۴۰۹۷

لیکن اہلِ مغازی کا اتفاق ہے کہ غزوۂ خندق ۵ ھ میں پیش آیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال اور اہلِ مغازی کے قول کے درمیان اس طرح تطبیق دی جاتی ہے کہ اُحُد کے دن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی چودھویں سال کی ابتداء ہو گی، اور خندق کے وقت پندرہویں سال کی انتہاء ہو گی، اِس لحاظ سے غزوۂ اُحُد اور غزوۂ خندق کے درمیان دو سال کا وقفہ ہوتا ہے۔(۱)

دوسری دلیل یہ ہے کہ غزوۂ احد سے واپسی کے وقت ابو سفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہو گا، آپ ﷺ بدر کی طرف نکلے بھی تھے، لیکن ابو سفیان قحط سالی کا بہانہ بنا کر نہیں آیا، اس کے ایک سال بعد ایک بڑی جماعت لیکر مدینہ پر چڑھ آیا، پتہ چلا کہ ان دو غزوؤں (اُحُد اور خندق) کے درمیان دو سال کا وقفہ ہے۔(۲)

غزوۂ بنی قریظہ ۵ سنہ ھ

اس غزوہ کی تفصیل بخاری شریف کی روایت میں بیان کی گئی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ ﷺ خندق سے واپس ہوئے اور آپ ﷺ نے ہتھیار رکھ کر غسل کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیے، بخدا ہم نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے ہیں، لہذا آپ ان کی طرف نکلئے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہاں کی طرف؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ فرمایا کہ بنو قریظہ کی طرف، تو آپ ﷺ ان کی طرف نکلے۔(۳)

آپ ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کرے کہ جو شخص سننے والا اور کہنا ماننے والا ہو تو وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں ہی جا کر پڑھے، رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ میں

---

۱) غزوات الرسول ﷺ: ۱۹۲

۲) فتح الباري: ۴۱۰۰

۳) صحیح البخاری: ۴۱۱۷

پڑاؤڈالا، اور ان کا ۲۵ روز تک محاصرہ کیا، یہاں تک کہ وہ اس محاصرہ سے تنگ آ گئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، بنو قریظہ نے آپ ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس بنو عمرو بن عوف کو بھیج دیجیے (یہ اوس کے حلیف تھے اور اوس بنو قریظہ کے) تا کہ ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کر سکیں، لہذا آپ ﷺ نے ان کی طرف حضرت ابو لُبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، ان کو دیکھتے ہی مرد، عورتیں اور بچے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، یہ دیکھ کر ان کا دل نرم پڑ گیا، اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت ابو لُبابہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو لُبابہ! کیا محمد ﷺ کے فیصلہ کو مان لیا جائے؟ انہوں نے کہا: ہاں، اور ساتھ میں اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا (مراد ذبح تھا)۔

حضرت ابو لُبابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بخدا ابھی میرے قدم بھی وہاں سے نہیں ہٹے تھے کہ میں نے جان لیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے، چنانچہ وہ فوراً الٹے پاؤں واپس ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بجائے مسجدِ نبوی گئے، اور اپنے آپ کو اس کے ایک ستون سے باندھ دیا، اور یہ اعلان کیا کہ میں اس وقت تک اس جگہ سے نہ ہٹوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ میرے قصور کو معاف نہ فرمائیگا، اور میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی بنو قریظہ میں قدم نہ رکھوں گا، اور اُس علاقہ کی شکل بھی نہ دیکھوں گا، جہاں مجھ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت صادر ہوئی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲ (التوبة:۱۰۲)۔

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لیا ہے، انہوں نے ملے جلے عمل کئے ہیں، کچھ نیک اور کچھ بد، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کریگا، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

تو فوراً لوگ ان کو کھولنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھے، لہذا وہ کہنے لگے: نہیں، خدا کی قسم! جب تک آپ ﷺ خود اپنے دستِ مبارک سے مجھے آزاد نہ کریں گے میں اسی حالت میں رہوں گا، جب آپ ﷺ نمازِ فجر کے لئے باہر تشریف لائے تو آپ کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان کو کھولدیا، وہ کھجور کے اُس تنے سے بیس راتوں کے قریب بندھے رہے، ہر نماز کے وقت ان کی اہلیہ آتیں، اور ان کو نماز کے لئے کھول دیتیں، پھر وہ دوبارہ اپنے آپ کو اس سے باندھ دیتے۔

بنو قریظہ نے آپ ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم کرلیا، چنانچہ اوس کے لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے حلیفوں کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیجئے، جس طرح آپ نے خزرج کے حلیفوں یعنی بنو قینقاع کے ساتھ معاملہ کیا[1] (بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے، اور یہ ہمارے حلیف ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اوس کے لوگو! کیا تم پسند کروں گے کہ ہم تمہارے ہی ایک شخص کو ان کے بارے میں حکم بنادیں، انہوں نے کہا! بالکل، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے متعلق فیصلہ کا اختیار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ہے، لہذا ان کو بلوایا گیا، جب وہ آئے تو ان سے ان کے قبیلہ والوں نے کہا: اے ابو عمرو! اپنے حلیفوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم اسی لئے بنایا ہے تاکہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا ان کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ ان کے مرد قتل کئے جائیں، ان کا مال تقسیم کیا جائے، بچے اور عورتیں غلام بنالئے جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: آپ نے ان کے سلسلہ میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا[2] بنو قریظہ کے کل جوان جن کی تعداد ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تھی قتل کردیے گئے، عورتوں اور بچوں کو قتل نہیں کیا گیا، مدینہ میں یہود کے اس آخری قلعے کے خاتمہ کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ نفاق کا کیمپ قدرتی طور پر کمزور پڑ گیا، اور منافقین کی سرگرمیاں سست

۱) الكامل في التاريخ: ۲/۷۵

۲) السيرة النبوية: ۲۶۲

ہو گئیں، اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

غزوۂ بنی لِحیان ٦ سنہ ھ

جمادیٰ الأُولیٰ ٦ سنہ ھ میں آپ ﷺ اصحابِ رَجیع (حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں) کا بدلہ لینے کے لئے بنو لحیان کی طرف نکلے، آپ نے یہ ظاہر کیا کہ آپ کا ارادہ شام کا ہے تا کہ لوگوں کو دھوکہ لاحق ہو، اور آپ ﷺ نے تیز رفتاری سے چلتے ہوئے اَمَج اور عُسفان کے درمیان وادیٔ غُران (جہاں آپ کے صحابۂ کرام کو شہید کیا گیا تھا) میں پڑاؤ ڈالا (اور وہاں ان کے لئے دعائیں کیں) بنو لحیان پر خوف طاری ہوا، اور انہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں کی پناہ لی، اور ان کا کوئی آدمی بھی گرفت میں نہ آسکا۔(۱)

پھر آپ ﷺ نے عُسفان کا قصد کیا، اور وہاں سے دس شہسوار "کُراعُ الغَمِیم" بھیجے، تا کہ قریش کو بھی آپ کی آمد کی خبر ہو، پھر آپ ﷺ مدینہ واپس لوٹ آئے۔

غزوۂ بنی المصطلق ٦ سنہ ھ

حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے، تو آپ ﷺ نے حضرت بُرَیدہ بن حُصَیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے آکر آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ بات صحیح ہے، اور وہ لوگ جنگ کے لئے جمع ہو رہے ہیں،، تو حضور ﷺ نے فوراً صحابۂ کرام کی ایک بڑی جماعت لیکر اُن کی طرف خروج کیا، جب آپ ﷺ پہنچے، تو وہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، اور بالکل غفلت میں تھے، اسی وجہ سے وہ حضور ﷺ کے اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے، اور انہوں

---

۱) الکامل في التاریخ: ۲/ ۷۸

نے شکست کھائی، چنانچہ ان کے ۱۰۰ گھرانے قید ہوئے، اور ۲۰۰۰ اونٹ غنیمت میں ملے، اور ۵۰۰۰ بکریاں قبضہ میں آئیں، اور تقریباً اُن کے ۱۰ آدمی مارے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ ﷺ نے بنو المصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں، اور انہوں نے حضرت ثابت سے عقد کتابت کیا تھا، اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی خوبصورت عورت تھیں، ہر ایک یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے لئے اُن کا انتخاب کریں، چنانچہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں بدلِ کتابت کے اداء کرنے میں مدد طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے انہیں اپنے کمرے کے دروازے پر دیکھا تو مجھے کچھ ناگواری ہوئی، اور میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ ان میں وہ چیز دیکھیں گے جو میں نے دیکھی ہے، چنانچہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا اے اللہ کے رسول! میں جویریہ بنت حارث ہوں قوم کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں، اور میری مصیبت آپ پر مخفی نہیں ہے، میں ثابت بن قیس بن شمّاس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئی ہوں، میں نے ان سے عقدِ کتابت کیا ہے چنانچہ میں آپ سے کتابت پر مدد مانگنے کے لئے آئی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک بہترین بات بتاؤں؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارا بدلِ کتابت ادا کرتا ہوں اور تمہیں اپنی زوجیت میں لیتا ہوں، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر بہت خوش ہوئیں، اور انہوں نے آپ ﷺ کی رائے پر رضامندی ظاہر کیں۔

چنانچہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضرت جویریہ سے زیادہ کسی خاتون کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا، اس لئے کہ جب صحابۂ کرام کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے لیا ہے تو تمام صحابۂ کرام نے بنو المصطلق

کے ان ۱۰۰ گھرانوں کو جو ان کے پاس قید ہو کر آئے تھے یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ یہ لوگ آپ کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔(۱)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار اپنی بیٹی کی آزادی کے لئے بہت سے اونٹ لیکر مدینہ منورہ آئے، ان اونٹوں میں ۲ اونٹ بہت عمدہ قسم کے تھے، وہ پہلے تو اسی خیال سے لیکر چلے تھے کہ سبھی پیش کروں گا اور ان کے عوض اپنی بیٹی کو آزاد کراؤں گا، لیکن راستہ میں ان کی نیت خراب ہوگئی، انہوں نے وہ ۲ اونٹ گھاٹی میں چھپادیے، اور بقیہ اونٹوں کو لیکر حاضر ہوئے، اور حضور ﷺ سے اپنا مدعا پیش کیا، حضور ﷺ نے فرمایا: وہ دو اونٹ کہاں ہے جو تم فلاں گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: «أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الله» واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں، ان دو اونٹوں کا کسی کو علم نہ تھا، یقیناً آپ کو اللہ نے وحی کے ذریعے بتایا ہے، اس طرح انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اس کے بعد حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اپنی بیٹی سے معلوم کر لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے لئے راضی ہو تو ٹھیک ہے۔

حارث نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں، پھر اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی بھی خواہش وہ نہ رہی، کیونکہ ان کے لئے اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ آپ ﷺ ان کے داماد ہوں۔

واقعۂ اِفک سنہ ۶ ھ

اللہ کے رسول ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، جس بیوی کا قرعہ نکلتا اس کو اپنے ساتھ لیکر سفر میں نکلتے، غزوۂ بنی المصطلق میں حضرت

---

۱) مسند احمد: ۲۶۳۶۵

عائشہ رضی اللہ عنہا کا قرعہ نکلا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لیکر نکلے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے قریب ہوئے تو ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اور وہاں رات کا کچھ حصہ گزار کر کوچ کرنے کا اعلان کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے گئی ہوئی تھیں، اور ان کی گردن میں ایک ہار تھا، کسی جگہ وہ ٹوٹ کر اس طرح گرا کہ انہیں اس کا احساس بھی نہ ہوا، جب وہ اپنے کجاوہ کی طرف لوٹ آئیں، تو ہار کو گم پایا، چنانچہ اسی کی تلاش میں پھر وہاں گئیں، اسی دوران لوگوں نے کوچ کرنے کی تیاری شروع کی، لہذا جن حضرات کے ذمہ ان کو اونٹ پر سوار کرانا ہوتا تھا وہ آئے، اور انہوں نے ہودج کو اٹھا لیا یہ سمجھ کر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن اور ہلکی پھلکی تھیں اس لئے انہیں اس کا اندازہ نہ ہو سکا، اور انہیں اس کا شبہ تک نہیں ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے اندر تشریف نہیں رکھتی ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لشکر کی طرف واپس آئیں، لیکن سب لوگ نکل چکے تھے، انہوں نے اپنی چادر اوڑھی اور وہیں لیٹ گئیں۔ (۱)

یہ سوچ کر کہ اگلے پڑاؤ پر جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو نہیں دیکھیں گے تو تلاش کے لئے بھیجیں گے، تھکی ہوئی تھیں لہذا سو جاتی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں سو رہی تھیں اتنے میں جو پڑا ہوا مال اٹھانے پر مامور تھے (جن کا نام حضرت صفوان بن معطل تھا، اور وہ آیتِ حجاب کے نازل ہونے سے پہلے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ چکے تھے)، ان کی نظر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر پڑی تو وہ چونک گئے کہ یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، تو انہوں نے زور سے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میری آنکھ کھل گئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے میرے سامنے اونٹ کو کھڑا کر دیا، لہذا میں اونٹ پر بیٹھ گئی، جب قافلہ میں جا کر دونوں پہنچ جاتے ہیں، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوتی ہے، ادھر رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبَی کو موقع ہاتھ لگ گیا اور اس نے اماں

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۲۶۹

عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانی شروع کر دی، خوب آوازیں پھیلانے لگا، اور اسی کے ہاں میں ہاں ملانے والوں میں کچھ مسلمان بھی شامل ہو گئے، جیسے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت مِسطح بن اُثاثہ رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں سے حضرت حَمنہ بنت جحش۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر ہم مدینہ آئے، مدینہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ بیمار رہی، لوگوں نے اصحابِ اِفک کے قول کو موضوع بنالیا تھا، لیکن مجھے اس کا تھوڑا بھی احساس نہ تھا، البتہ بیماری کے دوران مجھے یہ بات شک میں ڈالتی تھی کہ میں آپ ﷺ سے وہ توجہ نہیں پا رہی ہوں جو بیماری کے وقت پایا کرتی تھی، صرف اتنا تھا کہ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے، پھر کہتے کیا حال ہے؟ پھر لوٹ جاتے، پس یہ بات مجھے شک میں ڈالتی لیکن شر کا مجھے کوئی احساس نہیں تھا، جب میں کچھ صحت مند ہوئی تو اُمِّ مِسطح کے ساتھ مَناصِع کی طرف نکلی، وہ ہماری قضائے حاجت کی جگہ ہوتی تھی، اور ہم صرف رات کو نکلتے تھے، اور یہ گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے پہلے کی بات ہے، فرماتی ہیں: ہمارا معاملہ عربِ اول کے معاملہ کی طرح تھا جو قضائے حاجت کے لئے صحراء میں جاتے تھے، اور گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی، فرماتی ہیں: میں اور اُمِّ مِسطح نکلیں (جو کہ ابو دِرہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی ہیں)، اور اس کی والدہ صَخر بن عامر کی بیٹی ہے جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں، اور مسطح بن اُثاثہ بن عَبَّاد بن مطلب اُمِّ مسطح کے بیٹے ہیں، چنانچہ میں اور اُمِّ مسطح حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آرہی تھیں کہ اُمِّ مسطح اپنی بڑی چادر میں پھسل کر گر پڑیں، تو اس نے کہا: مِسطح ہلاک ہو میں نے کہا: تو نے بہت بُری بات کہی، کیا تو ایسے شخص کو برا بھلا کہتی ہے جو بدر میں حاضر ہوا، تو اس نے کہا: اے بھولی! کیا تو نے نہیں سنا کہ مسطح کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا: کیا کہتا ہے؟ تو اس نے مجھے اہلِ اِفک کی بات بتلائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میری بیماری میں اور اضافہ ہوا، جب میں اپنے گھر کی طرف لوٹی تو آپ ﷺ میرے پاس داخل ہوئے، آپ نے سلام

کیا، پھر کہا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: کیا آپ اجازت دیتے ہو کہ میں اپنے والدین کے پاس چلی جاؤں؟ فرماتی ہیں: میرا مقصد یہ تھا کہ ان سے اس معاملہ کی تحقیق کروں، آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی، تو میں نے اپنی والدہ سے کہا: اے والدہ! لوگ کیا چرچا کرتے ہیں؟ تو اس نے کہا: اے بیٹی! پریشان نہ ہو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت ایسے مرد کے پاس ہو جو اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں پھر بھی اس پر عیب نہ لگے، میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں؟ کہتی ہیں: میں صبح تک روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ ہی مجھے نیند آتی، میں نے روتے ہوئے صبح کی، فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے بیوی کی جدائیگی کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے بلایا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے علم کے مطابق آپ کی اہلیہ کی پاک دامنی کا مشورہ دیا، چنانچہ فرمایا: آپ کی اہلیہ ہیں، ہم ان کے متعلق صرف خیر ہی جانتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی ہے، اور ان کے علاوہ آپ کی بہت ساری بیویاں ہیں، لہذا آپ باندی سے پوچھ لیجئے وہ آپ کی تصدیق کریں گی، آپ ﷺ نے حضرت بریرہ کو بلا کر کہا: بریرہ! کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تجھے شک میں ڈالے؟ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو معیوب ہو، بس اتنی سی بات دیکھی ہے کہ وہ کم سن بچی ہیں، اپنے گھر کے آٹے کو کھلا چھوڑ کر سو جاتی ہیں، اور بکری آکر اس کو کھا جاتی ہے، فرماتی ہیں: حضور ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور عبد اللہ بن اُبَی کے خلاف مدد طلب کرتے ہوئے خطبہ دیا، اس خطبہ میں فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! کون ہے جو اس کے مقابلہ میں میری مدد کریں جس کی جانب سے مجھے میرے اہلِ خانہ کے متعلق تکلیف پہنچی ہے، خدا کی قسم! میں اپنے اہل خانہ کے بارے میں صرف خیر کو جانتا ہوں، ان لوگوں نے اس آدمی کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق بھی میں صرف خیر کو جانتا

ہوں، وہ تو میرے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر میرے ساتھ، فرماتی ہیں: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کی مدد کروں گا، اگر اس شخص کا تعلق اَوس سے ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا، اوراگر خزرج سے ہے تو جو آپ حکم فرمائیں گے ہم اس پر عمل کریں گے، پھر خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، حضرت حسان کی والدہ ان کی چچازاد بہن لگتی تھیں، فرماتی ہیں: وہ اس سے پہلے نیک آدمی تھے، لیکن اس وقت خاندانی حمیت ان پر غالب آگئی، چنانچہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے غلط کہا، خدا کی قسم! تم اس کو قتل نہیں کرسکتے، اور نہ اس کے قتل کرنے پر قدرت رکھتے ہو، اگر وہ تمہارے قبیلہ سے ہوتا تو تم اس کو قتل کرنا پسند نہ کرتے، تو حضرت اُسید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (جو کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے) اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے جھوٹ کہا، خدا کی قسم! ہم اس کو ضرور بالضرور قتل کریں گے، تم منافق ہو، اور منافقوں کی طرف سے لڑرہے ہو، فرماتی ہیں: اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے بھڑک اٹھے، یہاں تک کہ انہوں نے آپس میں لڑنے کا ارادہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے انہیں خاموش کراتے رہے، یہاں تک کہ سب خاموش ہوگئے، اورآپ بھی خاموش ہوئے۔

فرماتی ہیں: میں اس روز بھی پورا دن روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ ہی مجھے نیند آتی، صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے، میں مسلسل دو راتیں اور ایک دن روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمتے، اور نہ ہی مجھے نیند آتی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائیگا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، اتنے میں ایک انصاری خاتون نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اسے اجازت دی، پس وہ بھی میرے پاس آکر رونے لگی، ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ سلام کرکے بیٹھ گئے، جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی اس کے بعد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے، ایک

مہینہ تک حضور ﷺ ٹھہرے، میرے سلسلہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہو رہی تھی، آپ ﷺ نے تشریف فرمانے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھا پھر فرمایا: عائشہ! مجھے آپ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے، اگر تم بری ہو تو اللہ ضرور تمہیں بری کر دیں گے، اور اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کر لو، کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری بات کہی تو میرے آنسو ایسے خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا، چنانچہ میں نے اپنے والد سے کہا: آپ آپ ﷺ کی بات کا جواب دیجئے، انہوں نے کہا: بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں، میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ جواب دیجئے، انہوں نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کیا کہوں، اب مجبوراً خود مجھے عرض کرنا پڑا، اوراس وقت میں ایک کمسن لڑکی تھی، قران شریف بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا، میں نے کہا: میں نے جان لیا: آپ لوگوں نے یہ بات سنی، یہاں تک کہ وہ آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی، اور آپ نے اس کی تصدیق کی، اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے، اوراگر میں اس تہمت کا اعتراف کر لوں جس سے میرا بری ہونا اللہ کو خوب معلوم ہے، تو آپ لوگ میری تصدیق کریں گے، بخدا! میں میرے اور آپ کے لئے یوسف علیہ السلام کے والد ہی کی مثال پاتی ہوں، جس وقت انہوں نے کہا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

یہ کہہ کر میں بستر پر لیٹ گئی، اور مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کو میری براءت کا علم ہے وہ میری براءت فرمائے گا، لیکن خدا کی قسم! یہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں وحی نازل فرمائے گا، کیونکہ میں اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں کچھ کلام فرمائے، ہاں مجھے یہ امید ضرور تھی کہ آپ ﷺ ضرور کوئی خواب دیکھیں گے جس کے اندر اللہ تعالیٰ میری براءت کر دے گا، خدا کی قسم! آپ ﷺ اپنی مجلس سے نہیں اٹھے تھے،

اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی اٹھا تا کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی، چنانچہ آپ ﷺ کو اس شدت نے پکڑ لیا جو آپ پر طاری ہوتی تھی، یہاں تک کہ آپ کی پیشانی سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے گرنے لگے، حالانکہ دن سردی کا تھا، یہ اس کلام کے بوجھ کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل کیا گیا، جب یہ کیفیت آپ ﷺ سے دور ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے، چنانچہ سب سے پہلا کلام جو آپ نے فرمایا یہ تھا کہ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تجھے بری کر دیا، فرماتی ہیں: پس میری والدہ نے مجھ سے کہا: حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جا، میں نے کہا: خدا کی قسم! میں کھڑی نہیں ہوں گی، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی، فرماتی ہیں: پس اللہ تعالیٰ نے إِنَّ الذين جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ سے ۱۰ آیتیں نازل فرمائی۔(۱)

واقعہ اِفک سے متعلق اترنے والی آیات

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ يُبَيِّنُ

---

۱) صحیح البخاری: ۴۱۴۱

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ۔(۱)

ترجمہ: بے شک جو لوگ جھوٹا بہتان لائے تم میں سے ایک جماعت ہے، تم اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ اس میں تمہارے لئے خیر ہے، ان میں سے ہر شخص کے لئے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا، اور ان میں سے جس شخص نے اس کا بڑا بوجھ اٹھایا اس کے لئے بڑا عذاب ہے، کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اپنوں کے بارے میں اچھا گمان کئے ہوتے اور کہتے کہ یہ صریح بہتان ہے، وہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی دنیا اور آخرت میں تو تم کو بڑا عذاب پہنچ جاتا اس سلسلہ میں جس کا تم نے چرچا کیا، جب تم اس کو اپنی زبانوں پر لے رہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایسی باتیں کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہیں تھا اور تم اس کو ہلکا سمجھتے تھے، جب کہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے، کیوں نہیں جب تم نے وہ سنا تو تم کو کہنا چاہیے تھا کہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم اس سلسلہ میں کچھ بات کریں، تیری ذات پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ تم دوبارہ اس طرح کبھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو، اور اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے احکامات کو کھول کر بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے، بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو، اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی اور یکہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا مہربان ہے۔

---

۱) النور: ۱۱-۲۰

صلحِ حُدیبیہ ۶ سنہ ھ

اللہ کے رسول ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا، آپ ﷺ نے مدینہ میں صحابۂ کرام کو یہ خواب سنایا چنانچہ صحابۂ کرام بہت خوش ہوئے، کیونکہ مکہ کو چھوڑے ہوئے انہیں عرصۂ دراز ہو چکا تھا، اور ان کے دلوں میں طواف کا بڑا شوق تھا، اور وہ بہت بے چینی سے اس دن کے منتظر تھے۔

آپ ﷺ ذی قعدہ ۶ سنہ ھ کو مدینہ سے حدیبیہ کی طرف پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کی نیت سے نکلے، آپ ﷺ کا ارادہ جنگ کا نہیں تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھ ہَدی کا جانور بھی لیا، اور عمرہ کا احرام باندھا تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ آپ بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لئے نکلے ہیں، وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے قبیلۂ خُزاعہ کے ایک مخبر کو قریش کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ "عُسفان" کے قریب پہنچے تو اُس مُخبِر نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ قبیلۂ کعب بن لُوی نے آپ کے مقابلہ کے لئے ایک بڑی فوج جمع کرلی ہے، اور وہ آپ سے لڑنے اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ کر رہے ہیں، لہٰذا آپ ﷺ نے پیش قدمی جاری رکھی، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے ان کی طرف اترا جاتا ہے تو آپ کی اونٹنی آپ کو لیکر بیٹھ گئی، لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا: قصواء اَڑ گئی، قَصواء اَڑ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: نہ قَصواء اَڑی ہے، اور نہ اس کی یہ عادت ہے، لیکن اس کو ہاتھی کے روکنے والی ذات نے روکا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ مجھ سے کسی ایسی چیز کا سوال کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم ہو تو میں انہیں وہ ضرور دوں گا، پھر آپ ﷺ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوگئی لیکن اپنا رخ بدل کر حدیبیہ کی طرف روانہ ہوگئی اور اس کے آخری کنارہ پر ایک پانی کے چشمہ کے پاس جس میں تھوڑا پانی تھا رک گئی، لوگوں نے آپ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے تَرکَش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اس کو چشمہ میں ڈال دیا جائے، پس

برابر وہ ان کے لئے اُبلتا رہا یہاں تک کہ صحابۂ کرام وہاں سے لوٹ گئے۔

قریش کو جب آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی، آپ ﷺ نے چاہا کہ اپنے کسی صحابی کو ان کی طرف بھیجے، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجنے کے لئے بلایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مکہ میں بنو عَدِی بن کَعب کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے کہ کفار اگر مجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو وہ میری مدد کرسکے، لیکن آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجئے، کیونکہ وہاں ان کا خاندان بھی ہے، آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلواکر انھیں قریش کے پاس بھیجا، اور فرمایا: انہیں بتلاؤ کہ ہم کسی سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں، ہم تو محض عمرہ کے لئے آئے ہیں، اور ان کو اسلام کی طرف بلاؤ، اور مکہ میں موجود مسلمان مردوں اور عورتوں کو بشارت دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد مکہ میں اسلام کو غالب کرنے والا ہے، لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے، اور ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کے پاس جاکر انہیں آپ ﷺ کا یہ پیغام پہنچایا، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بات کہہ دی، تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک آپ ﷺ طواف نہ کریں گے تب تک میں طواف نہیں کرسکتا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آئے تو مسلمانوں نے اُن سے کہا، اے ابو عبد اللہ! تم نے تو طواف کرکے اپنے آپ کو شِفاء پہنچائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے میرے ساتھ بڑی بدگمانی کی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر مجھے وہاں ایک سال بھی ٹھہرنا پڑتا اور آپ ﷺ حدیبیہ میں تشریف فرما ہوتے تب بھی میں اس وقت تک طواف نہ کرتا جب تک کہ اللہ کے رسول ﷺ طواف نہ کرتے، جبکہ قریش نے مجھے بیت اللہ کے طواف کی دعوت دی تھی لیکن میں نے انکار کردیا۔

آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے، تو آپ نے صحابۂ کرام کو

بیعت کی دعوت دی، مسلمان آپ ﷺ کی طرف بیعت کے لئے دوڑ پڑے، آپ ایک درخت کے نیچے تھے، صحابۂ کرام نے آپ سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ لیا اور فرمایا: یہ عثمان کی طرف سے ہے، یہ وہی بیعتِ رضوان ہے جو حدیبیہ میں ایک کیکر کے درخت کے نیچے لی گئی جس کا ذکر قرانِ کریم کی اس آیت میں ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ (الفتح:۱۸)۔

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اُن مومنین سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا، اس لئے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی۔

ابھی مسلمان اسی حال میں تھے کہ بُدیل بن وَرقاء خُزاعی قبیلۂِ خُزاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ آئے، اور انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں، ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں، اور جنگوں نے قریش کی کمر توڑ دی ہے، اور انہیں کافی نقصان پہنچایا ہے، اگر وہ چاہیں تو میں انہیں ایک مدت دوں، اس شرط پر کہ وہ میرے اور لوگوں کے درمیان راستہ چھوڑ دیں، اگر وہ اس دین میں داخل ہونا چاہیں جس میں لوگ داخل ہوئے تو ایسا کریں، انہیں آرام تو ضرور ملے گا، لیکن اگر وہ انکار کریں تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں ضرور ان سے اس سلسلہ میں لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے، یا اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کر دے۔

جب بُدَیل نے قریش کو آپ ﷺ کی بات پہنچائی تو عُروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: یقیناً اس نے تمہارے سامنے سوچی سمجھی بات رکھی ہے لہذا تم اسے قبول کرلو، اور مجھے اس کے پاس جانے دو، لوگوں نے کہا: ہو آؤ، تو وہ آپ ﷺ کے پاس چلے آئے اور آپ سے بات کرنے لگے، اور

عُروہ آپ ﷺ کے صحابہ کو غور سے دیکھنے لگے ان کا کہنا ہے بخدا! آپ ﷺ بَلغم نہیں نکالتے مگر وہ ان میں سے کسی شخص کے ہاتھ پر پڑتا اور وہ اسے اپنے جِلد پر ملتا، اور جب آپ ﷺ انہیں حکم دیتے تو وہ اس حکم کی بجا آوری میں جلدی کرتے، اور جب آپ ﷺ وضو کرتے تو وہ آپ کے وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے، اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو آپ کے سامنے اپنی آواز پست کرتے، اور آپ کی تعظیم میں آپ کو گھور کر نہ دیکھتے، لہذا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا: اے میری قوم! بخدا میں بادشاہوں کے پاس قاصد بن کر گیا ہوں، قَیصَر و کِسریٰ اور نَجاشی کے پاس گیا ہوں، میں نے کبھی کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہو جس قدر محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں، اور انہوں نے جو کچھ دیکھا ان سے اس کو بیان کیا، اور کہا انہوں نے تمہارے سامنے بہترین منصوبہ پیش کیا ہے لہذا تم اسے قبول کرو۔ (۱)

تو بنو کِنانہ کے ایک شخص نے کہا: مجھے اجازت دو کہ میں اس کے پاس جاؤں تو لوگوں نے کہا: جاؤ جب وہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے کہا: یہ فلاں ہے، اور یہ اس قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتی ہے، لہذا ان جانوروں کو اس کے سامنے کردو، لہذا جانور اس کے سامنے کردیے گئے، اور لوگوں نے تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا، جب اس نے اِس منظر کو دیکھا تو کہا: تعجب ہے انہیں بیت اللہ سے روکنا مناسب نہیں ہے، لہذا جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس ہوا تو اس نے کہا: میں نے قربانی کے جانوروں پر قَلادہ اور اِشعار کو دیکھا ہے، مجھے نہیں لگتا کہ انہیں بیتُ اللہ سے روکا جائے، تو ان میں کا ایک اور شخص جس کا نام مِکْرَز بن حَفْص تھا کھڑا ہوا، اور اس نے کہا: مجھے بھی اس کے پاس سے ہو آنے کی اجازت دو، تو لوگوں نے کہا: ہو آؤ، چنانچہ جب وہ ان کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے کہا: یہ مِکرز ہے، اور بڑا فاسق و فاجر شخص ہے، لہذا وہ آپ ﷺ سے بات کرنے لگا، ابھی وہ آپ سے بات ہی کررہا تھا کہ

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۲۷۴

سُہیل بن عَمرو آیا، جب سُہیل آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے تمہارا معاملہ آسان کر دیا گیا، لہٰذا اس نے آکر کہا: چلو ہمارے تمہارے درمیان ایک معاہدہ لکھتے ہیں۔ (۱)

تو آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: «بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ» لکھو، تو سُہیل نے کہا: جہاں تک رحمٰن کی بات ہے تو میں نہیں جانتا وہ کیا ہے، البتہ «بِسۡمِكَ اللّٰهُمَّ» لکھو، جیسا کہ تم لکھتے تھے، تو مسلمانوں نے کہا: ہم «بِسۡمِ اللّٰہ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ» ہی لکھیں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «بِسۡمِكَ اللّٰهُمَّ» لکھو، پھر آپ ﷺ نے کہا: لکھو یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے، تو سُہیل نے کہا: اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے، اور نہ آپ سے قتال کرتے، البتہ «محمد بن عبدِ اللہ» لکھو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بخدا میں اللہ کا رسول ہوں، خواہ تم مجھے جھٹلاؤں، محمد بن عبدِ اللہ لکھو، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کو مٹانے کا حکم دیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں اسے نہیں مٹاؤں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی جگہ دکھلاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس کی جگہ دکھلائی چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو مٹادیا۔ (۲)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سب آپ کے اُس قول کی وجہ سے تھا کہ وہ مجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم ہو تو میں انہیں وہ ضرور دوں گا۔ (۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ معاہدہ ہے اس شرط پر کہ تم ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ چھوڑ دو کہ ہم اس کا طواف کریں۔

تو سُہیل نے کہا: بخدا عرب یہ چرچا کریں گے کہ ہم دباؤ میں آگئے البتہ یہ آئندہ سال ہوگا،

---

۱) مختارات: ۲/ ۲۵

۲) السیرۃ النبویۃ: ۲۷۷

۳) مختارات: ۲/ ۲٦

چنانچہ آپ نے یہ بھی منظور کر لیا، سُہیل نے کہا: اور اس شرط پر بھی کہ ہمارا کوئی شخص آپ کے پاس آئے گا (خواہ وہ آپ کے دین پر ہی کیوں نہ ہو) تو آپ اسے ہمارے حوالہ کروگے، مسلمانوں نے تعجب سے کہا! کیسے اسے مشرکوں کے حوالہ کیا جائے جبکہ وہ مسلمان بن کر آیا ہے؟

ابھی وہ اسی حال میں تھے کہ ابو جَندل بن سُہیل بن عمرو اپنی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آئے، اور وہ مکہ کے نشیبی علاقہ سے نکلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔

لہذا سُہیل کہنے لگا: یہ پہلا شخص ہے جس کے بارے میں میں تم سے صلح کرتا ہوں کہ تم اسے میرے حوالہ کرو۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اب تک معاہدہ مکمل نہیں کیا ہے، اس نے کہا: بخدا تب تو میں آپ سے ہرگز کسی بات پر صلح نہیں کروں گا، آپ ﷺ نے کہا: میری خاطر اس کو چھوڑ دو، اس نے کہا: میں اس کو اجازت دینے والا نہیں ہوں، آپ ﷺ نے کہا کیوں نہیں، ایسا کرو، اس نے کہا: میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں، ابو جندل نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے مشرکوں کے سپرد کیا جارہا ہے جبکہ میں مسلمان بن کر آیا ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کن تکلیفوں سے دوچار ہوں؟ انہیں اللہ کی راہ میں سخت سزا دی گئی تھی، لہذا آپ ﷺ نے ان کو لوٹا دیا۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے کہا: کیوں نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: بالکل، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو ہم اپنے دین میں اِس ذلت کو کیوں برداشت کریں؟ آپ ﷺ نے کہا: میں اللہ کا رسول ہوں، اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں، وہ میرا مددگار ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ ہمیں نہیں بتلاتے تھے کہ ہم ضرور بیت اللہ

---

۱) السیرة النبویة: ۲۷۸

جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے کہا: بالکل، کیا میں نے تمہیں یہ بتلایا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم ضرور وہاں جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابو بکر! کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو ہم اپنے دین میں اِس ذلت کو کیوں برداشت کریں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے شخص! وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں، اور وہ ان کا مددگار ہے، لہٰذا تم ان کا دامن تھامے رہو، بخدا وہ حق پر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا: کیا وہ ہمیں نہیں بتلاتے تھے کہ ہم بیت اللہ جاکر اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، کیا انہوں نے تمہیں یہ بتلایا تھا کہ تم اسی سال جاؤ گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کروں گے۔

جب آپ ﷺ معاہدہ کی کاروائی سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابۂ کرام سے کہا: چلو جانوروں کو ذبح کرو پھر حلق کرو، صحابۂ کرام میں سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ بات کہی، جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپ ﷺ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے سامنے وہ صورتحال بیان کی جو لوگوں کی طرف سے پیش آئی، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں تو باہر نکلئے پھر کسی سے کچھ بات نہ کیجئے یہاں تک کہ اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کیجئے، اور نائی کو بلا کر حلق کیجئے، آپ ﷺ نکلے، اور ان میں سے کسی سے بات نہیں کی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ایسا کیا، اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا، نائی کو بلایا، اس نے آپ کا سر مونڈ دیا، جب صحابۂ کرام نے اس کو

دیکھا تو کھڑے ہوئے اور جانوروں کو ذبح کیا، اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے، قریب تھا کہ مارے غم کے ایک دوسرے کو قتل کرتے۔

پھر آپ ﷺ مدینہ واپس ہوئے، واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۔ [1]

ترجمہ: یقیناً ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح عطا کر دی ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری اگلی پچھلی تمام کوتاہیوں کو معاف کردے اور اپنی نعمت تم پر مکمل کردےاور تمہیں سیدھی راہ دکھلائے، اور تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی مدد کرے جو سب پر غالب آجائے۔

جب آپ ﷺ مدینہ واپس ہوئے، تو ابو بصیر نامی ایک قریشی شخص آپ کے پاس آئے، لہٰذا مشرکین نے ان کی تلاش میں دو لوگوں کو بھیجا اور کہا: اُس عہد کو یاد کرو جو آپ نے ہم سے کیا ہے، تو آپ ﷺ نے اُنہیں ان دونوں کے سپرد کیا، تو وہ دونوں انہیں لیکر نکلے یہاں تک کہ "ذو الحُلَیفہ" پہنچے، اور وہاں رک کر اپنے توشہ میں سے کھانے لگے، تو ابو بصیر نے ان میں سے ایک شخص سے کہا: اے فلاں! بخدا مجھے تمہاری یہ تلوار بڑی اچھی لگ رہی ہے، تو دوسرے نے اسے نیام سے باہر نکال کر کہا: ہاں ہاں، بخدا بہت اچھی ہے، میں نے اسے بارہا آزمایا ہے، تو ابو بصیر نے کہا: دکھاؤ تو سہی کہ دیکھ لوں، تو اس نے وہ تلوار انہیں تھمادی، پس انہوں نے اسے مارا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ آیا، اور دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا، جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو کہا: یقیناً اِس شخص نے گھبراہٹ کو دیکھا ہے، جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا، تو اس نے کہا: بخدا میرے ساتھی کو قتل کیا گیا ہے، اور مجھے بھی قتل کیا جائے گا، اتنے میں ابو بَصیر بھی آئے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! بخدا اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد کو پورا کر دیا

---

۱) الفتح: ۱-۳

ہے، آپ نے مجھے ان کے حوالہ کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دی، آپ ﷺ نے کہا: اس کا ناس ہو جنگ بھڑکانے والا ہے اگر کوئی اس کا ساتھ دے، جب ابو بَصیر نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ انہیں ضرور ان کے حوالہ کریں گے، پس وہ نکلے، یہاں تک کہ ساحلِ سمندر پہنچے، ابو جَندَل بن سُہیل بھی ان سے چھٹکارا پاکر ابو بَصیر سے جاملتے ہیں، چنانچہ قریش میں سے کوئی بھی اسلام قبول کر کے نکلتا تو وہ ابو بَصیر سے جاملتا، یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت ہوگئی، چنانچہ وہ قریش کے کسی تجارتی قافلہ کے بارے میں سنتے کہ وہ ملکِ شام کی طرف نکلا ہے تو اس کے درمیان آتے، اور انہیں قتل کرتے، اور اُن کا مال ہڑپ کرتے، چنانچہ قریش نے اللہ اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہوئے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ انہیں واپس بلا لیجئے، پس جو بھی آپ کے پاس آئے گا وہ محفوظ ہو گا۔ [1]

غزوۂ ذی قَرَد ۶ ھ

اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ عُیینہ بن حَصَن فَزاری نے غَطفان کے ۴۰ گھوڑ سواروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی اونٹنیوں پر ڈاکہ ڈالا، اور آپ ﷺ کی ۲۰ اونٹنیاں پکڑ کر لے گیا، اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر مامور تھے قتل کر ڈالا، حضرت سَلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کے وقت اپنے کھیت میں جا رہے تھے، مدینہ کے باہر ان کو اس حادثہ کی اطلاع ملی، انہوں نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر تین نعرے لگائے، ہائے صبح کے وقت آنے والی مصیبت! اس نعرہ کی آواز مدینہ کے ہر گھر میں پہنچ گئی، پھر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ڈاکوؤں کا پیچھا کیا، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بڑے تیر انداز تھے، وہ ان پر تیر برسا رہے تھے اور یہ رَجز پڑھ رہے تھے: «أَنَا ابْنُ الأَكْوَعْ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعْ» میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن

---

۱) مختارات: ۲/۲۸

کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں فجر کی اذان سے پہلے نکلا، اور نبی کریم ﷺ کی دودھ کی اونٹنیاں ذی قَرد میں چرتی تھیں، پس مجھ سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے ملاقات کی، اور کہا: نبی کریم ﷺ کی اونٹیاں لے لی گئیں، میں نے پوچھا: کس نے لیں؟ اس نے کہا: غَطفان نے، پس میں نے تین پکاریں پکاریں، ہائے صبح کے وقت آنے والی مصیبت! پس میں نے مدینہ کی دو سنگلاخ وادیوں کے درمیان آواز پہنچادی، پھر میں اپنے چہرہ کے رخ پر چلا، یہاں تک کہ میں نے ان کو پالیا، اور وہ ذی قَرَد چشمہ کے پانی سے پی رہے تھے، میں نے ان کو اپنے تیروں سے مارنا شروع کیا، میں تیر انداز تھا اور میں کہہ رہا تھا: «أَنَا ابْنُ الأَكْوَعْ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعْ» میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے، اور میں رجز پڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ میں نے ان سے اونٹنیاں چھڑا لیں اور میں نے ان سے تیس چادریں چھین لیں، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ اور لوگ آئے، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں ڈاکوؤں کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں ہے، پس آپ (میرے ساتھ) ابھی ان کی طرف آدمیوں کو بھیجئے (تاکہ میں ان کو گرفتار کروں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اکوع کے بیٹے! جب تم نے قابو پالیا ہے تو اب نرمی کرو، حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں: پھر ہم لوٹے اور نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھالیا، یہاں تک کہ ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ (۱)

غزوۂ خیبر ۷ھ

جب نبی کریم ﷺ نے یہود کو جلا وطن کرکے مدینہ منورہ سے نکالا تو یہ لوگ جاکر خیبر میں

---

۱) صحیح البخاری: ۴۱۹۴

آباد ہوگئے، اور وہاں مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگئے، ایک طرف تو یہ مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتے تھے، اور دوسری طرف مدینہ میں منافقین کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے، اس لئے اب ضرورت تھی کہ ان پر حملہ کرکے ان کی طاقت کو ختم کیا جائے، اور دعوتِ اسلام کی راہ میں ان کے رکاوٹ ڈالنے کا دروازہ بند کردیا جائے، جب حضور ﷺ صلحِ حدیبیہ سے واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ میں سورۂ فتح کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ (الفتح:۲۰)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سے مالِ غنیمت کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم حاصل کروں گے اب نقد اُس نے تمہیں یہ فتح دی ہے، اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، تاکہ یہ مومنین کے لئے ایک نشانی بن جائے، اور اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھی راہ پر ڈال دے۔

هٰذِهٖ کا اشارہ غزوۂ خیبر ہی کی طرف ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھ ۱۴۰۰ صحابۂ کرام کو لیا، اوران کے ساتھ ۲۰۰ گھوڑے تھے، آپ ﷺ نے جو حدیبیہ کے موقع پر پیچھے رہا تھا اس کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی، اور ان صحابیات کی تعداد جو بیماروں کے علاج و معالجہ کے لئے، زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے اور قتال کے دوران غذا اور پانی کا انتظام کرنے کے لئے نکلیں ۲۰ تھیں۔ (۱)

چونکہ منافقین سفر حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اختیار کرنے کے بجائے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو پہلے ہی یہ حکم دے دیا تھا کہ خیبر کے سفر میں اُنہی حضرات کو شرکت کی اجازت دیں جو آپ کے ساتھ حدیبیہ کے سفر میں

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۳۱۲

تھے، اسی حکم کی طرف اس آیت میں اللہ کی بات فرما کر اشارہ کیا گیا ہے۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۱۔ [1]

ترجمہ: وہ دیہاتی جو (سفر حدیبیہ میں) پیچھے رہ گئے تھے، اب وہ تم سے ضرور یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و دولت اور ہمارے اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر لیا تھا، اس لئے ہمارے لئے مغفرت کی دعا کر دیجئے، وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں، (ان سے) کہو کہ اچھا تو اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانا چاہے تو کون ہے جو اللہ کے سامنے تمہارے معاملہ میں کچھ بھی کرنے کی طاقت رکھتا ہو؟ بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔

مفتی تقی صاحب دامت برکاتہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں: چونکہ صحابۂ کرام نے حدیبیہ کے سفر میں انتہائی جانثاری سے کام لیا تھا، اسی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مکہ مکرمہ کی فتح سے پہلے انہیں ایک اور فتح حاصل ہوگی جس میں بہت سامال غنیمت بھی حصہ میں آئے گا (اس سے مراد خیبر کی فتح تھی) چنانچہ ۷ھ میں جب آپ ﷺ خیبر کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو صحابۂ کرام کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق خیبر ضرور فتح ہوگا، اور وہاں سے مالِ غنیمت بھی حاصل ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جب یہ موقع آئے گا تو جو منافقین حدیبیہ کے سفر میں حیلے بہانے کر کے پیچھے رہ گئے تھے، وہ خیبر کے سفر میں تمہارے ساتھ چلنا چاہیں گے، کیونکہ انہیں یقین ہوگا کہ اس سفر میں فتح بھی ہوگی، اور مالِ غنیمت بھی ملے گا، لیکن آپ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اُن کی یہ خواہش پوری نہ کریں، اور انہیں ساتھ لے

---

۱) الفتح: ۱۵

جانے سے انکار کر دیں۔

آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور مدینہ منورہ میں حضرت سِباع بن عَرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔

آپ ﷺ نے مقامِ "رَجِیْع" پر پڑاؤ ڈالا (جو کہ خیبر اور غطفان کے درمیان واقع ہے) مقصد یہ تھا کہ غطفانی اہلِ خیبر کے حلیف تھے، اور انہوں نے یہودِ خیبر کی مدد کے لئے لشکر بھی جمع کر لیا تھا، اگر مسلمان سیدھے جاکر خیبر پر حملہ آور ہوتے، تو یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف یہود کی مدد کے لئے پہنچ جاتے، اس لئے انہیں مرعوب کرنے کے لئے آپ ﷺ نے مقامِ "رَجِیع" میں قیام فرمایا، اور ان لوگوں کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر ہم یہود کی مدد کے لئے خیبر جائیں گے، تو مسلمان پیچھے ہمارے گھروں پر حملہ کر دیں گے، چنانچہ یہ لوگ خود اپنا خطرہ محسوس کر کے واپس ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ ان کی مدد نہ کر سکے۔

جب آپ ﷺ خیبر کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اور اس دعا میں فتحِ خیبر کا سوال کیا، اور اس جگہ کے شر سے اور وہاں کے لوگوں کے شر سے پناہ مانگی، اور آپ ﷺ کی عادت یہی تھی کہ رات کے وقت کسی قوم کے قریب نہ جاتے، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ خیبر رات کے وقت آئے، اور جب آپ رات کے وقت کسی قوم کے پاس آتے، تو صبح تک ان کے قریب نہ جاتے، لہذا جب صبح ہوئی تو خیبر کے یہودی کدالیں، اور ٹوکریاں (سامان زراعت) لیکر نکلے، جب اُنہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو نعرہ لگایا کہ محمد ﷺ ہیں، اور خدا کی قسم! محمد ﷺ لشکر سمیت آ پہنچے، لہذا آپ ﷺ نے فرمایا «خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ» خیبر برباد ہوا، کیونکہ جب ہم کسی قوم پر حملہ کرتے ہیں تو جنہیں پہلے ہی ڈرایا جا چکا ہے ان لوگوں کی صبح بری

ہوتی ہے۔ (۱)

سب سے پہلے آپ ﷺ نے خیبر کے قلعوں کی طرف توجہ کی، اور ایک ایک کرکے ان کو فتح کرنا شروع کیا، قلعوں میں ایک قلعہ ایسا تھا جو سب سے زیادہ مضبوط تھا، یہود کا مشہور پہلوان مَرحَبْ اس قلعہ میں تھا، جو ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، تقریباً بیس روز تک اس قلعہ کا محاصرہ جاری رہا، لیکن یہ قلعہ مسلمانوں کے لئے ناقابلِ تسخیر ثابت ہو رہا تھا، اُن کا اس پر قابو نہیں چل رہا تھا، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت سَہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خیبر کے دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کل میں یہ پرچم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا، وہ اللہ اوراس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، راوی کہتے ہیں: سب صحابۂ کرام رات کے وقت آپس میں تذکرہ کر رہے تھے کہ کل پرچم کس کو دیا جائے گا؟ جب صبح کے وقت صحابۂ کرام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (ہر ایک کو یہ امید تھی کہ شاید پرچم مجھے ملے گا) تو آپ ﷺ نے پوچھا: علی کہاں ہے؟ کہا گیا: اللہ کے رسول! ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب مبارک لگادیا اور ان کے لئے دعا فرمائی، تو ان کی آنکھیں ایسی اچھی ہو گئیں جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں، پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ان سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسی حال میں چلے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کے علاقہ میں پہنچو، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو، اس کے بعد انہیں اللہ کے ان پر واجب کردہ حقوق بتلاؤ، علی! خدا کی قسم! اگر ایک شخص کو بھی تمہارے ذریعے سے ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (۲)

---

۱) صحیح البخاری: ۴۱۹۷

۲) صحیح البخاری: ۴۲۱۰

چنانچہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ گئے، یہود کا مشہور پہلوان مَرحَب رَجز پڑھتا ہوا ان کے مقابلہ پر آیا، وہ (رَجز) یہ ہے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي مَرْحَبُ	شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

ترجمہ: خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیار سے لَیس ہوا اور تجربہ کار دلیر شخص ہوں۔

لہٰذا حضرت عامر بن اَکوع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اس کے مقابلہ پر یہ رَجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي عَامِرُ	شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

ترجمہ: خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں ہتھیار سے لَیس ہوں، جانباز بہادر ہوں۔

لہٰذا مرحب نے ان پر وار کیا، حضرت عامر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اپنی ڈھال سے اس کو روکا، پھر حضرت عامر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے تلوار سے اس پر وار کیا، لیکن وہ تلوار پلٹ کر خود ان کے گھٹنہ پر لگی، جس سے وہ شہید ہوگئے، اس کے بعد حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یہ رَجز پڑھتے ہوئے مرحب کے مقابلہ کے لئے تشریف لائے۔

اَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي اُمِّي حَيْدَرَة	كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَة

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے جنگل کے شیر کی طرح نہایت ہی ڈراؤنا ہوں۔

چنانچہ مرحب جوش سے آیا، لیکن حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اُس کے سر پر اِس زور سے تلوار ماری کہ اُس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے قَموص کا یہ مضبوط قلعہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے ہاتھ پر فتح فرمایا۔ (۱)

غرض اس طرح یکے بعد دیگرے قلع پر قلع فتح ہوتا گیا، اور کئی کئی دن مسلسل جنگ اور محاصرہ میں گزرنے لگے، یہاں تک کہ یہودیوں نے اس صورتحال سے عاجز ہو کر رسول اللہ ﷺ

۱) المغازي النبوية: ۲۷۲

کے سامنے صلح کی پیشکش کی، لیکن آپ ﷺ ان کو وہاں سے جلاوطن کرنا چاہ رہے تھے، چنانچہ وہ کہنے لگے: اے محمد ﷺ! ہمیں اسی جگہ قیام کی اجازت دیجئے، ہم زمین کی کھیتی باڑی میں مشغول رہیں گے، اس لئے کہ آپ سے زیادہ ہم اس فن سے واقف ہیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کو کاشتکاری کا تجربہ نہ تھا، اگر وہ یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو سارا وقت اسی کی نظر کرنا پڑتا، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے نبی ﷺ نے یہودیوں کو خیبر کی زمین اس شرط پر دی کہ وہ اس میں کھیتی باڑی اور محنت کریں، اور آدھی پیداوار خود حاصل کریں، (اور بقیہ آدھے کو آپ ﷺ کے حوالہ کریں)۔ (۱)

اسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کو زہر دیا گیا، سَلاَم بن مِشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے آپ کو ایک بھنی ہوئی بکری ہدیہ میں دی جس میں زہر ملا ہوا تھا، پہلے تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کو اس کا کون سا حصہ زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دست والا حصہ، چنانچہ اس نے دست والے حصہ میں بہت زیادہ زہر ملایا، جب آپ ﷺ نے دست سے کچھ حصہ نوش فرمایا، تو خود اس گوشت نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسی وقت اس لقمہ کو تھوک دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا: اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو کیا تم صحیح صحیح جواب دو گے؟ انہوں نے کہا! ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں اس پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا، ہم نے ارادہ کیا کہ اگر آپ نعوذ باللہ جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے راحت ملے گی، اور اگر آپ واقعی نبی ہیں تو زہر آپ پر کچھ بھی اثر نہ کرے گا، اس کے بعد اس عورت کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، تو اس نے کہا کہ میں نے آپ کی جان لینے کا ارادہ کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ

---

۱) صحیح البخاری: ۴۲۴۸

تمہیں مجھ پر قابو نہیں دے سکتا، صحابۂ کرام نے فرمایا: کیا ہم اس کو قتل نہ کردیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، لہذا آپ ﷺ نے نہ اس کو کوئی سزادی، اور نہ ابتداءً اس کو قتل کیا، لیکن جب اس زہر کے نتیجہ میں بِشر بن براء بن مَعرُور کا انتقال ہوگیا (جو اس کھانے میں آپ کے ساتھ شریک تھے) تو اس کو قصاصًا قتل کردیا۔

غزوۂ خیبر اور اس میں مسلمانوں کی شاندار فتح کا عرب کے اُن قبائل پر جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے بہت خوشگوار اثر پڑا۔[1]

جب رسول اللہ ﷺ خیبر سے فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ نے فَدَک کی طرف توجہ فرمائی، یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے نصف نصف پر مصالحت کرنی چاہی، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی پیشکش کو قبول فرمایا، اس سے جو حاصل ہوتا آپ ﷺ اس کو اپنے اور مسلمانوں کے فائدہ کے کاموں میں جہاں مناسب سمجھتے تقسیم فرمادیتے۔

پھر آپ ﷺ وادیٔ قری تشریف لے آئے، یہ خیبر اور تَیماء کے درمیان ایک نو آبادی تھی، جس کو یہودیوں نے اسلام سے قبل آباد کیا تھا، اور اس نے ان کے مرکز کی حیثیت اختیار کرلی تھی، عرب کے کچھ لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعوتِ اسلام دی، اور کہا: اگر وہ اسلام قبول کریں گے تو ان کا جان ومال سب محفوظ رہے گا، اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا، اس غزوہ میں کئی مقابلے ہوئے، جن میں زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بہادری کے جوہر ظاہر ہوئے، اور فتح وکامیابی کا سہرا ان کے سر رہا، چنانچہ دوسرے ہی روز سے یہود نے جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا، مسلمانوں کو ان غزوات میں بڑا مالِ غنیمت ہاتھ لگا، اور بہت سا سامان ملا، آپ ﷺ نے اس ساری دولت کو صحابۂ کرام کے درمیان تقسیم فرمایا، اور زمینیں اور کھجور کے باغات یہود کے ہاتھ میں چھوڑے، اور ان پر معاملہ

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۳۱۸

ہو گیا۔

جب تَیماء کے یہودیوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ خیبر، اہلِ فَدَک، اور وادیٔ قری والوں سے یہ معاملہ فرمایا ہے، تو انہوں نے بھی آپ ﷺ سے مصالحت کرلی، اور ان کے مال و جائیداد انہی کے قبضہ میں رہیں، پھر آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ (۱)

عمرۃُ القضاء ۷ سنہ ھ

صلحِ حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اس سال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں، اور مکہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں، اسی عمرہ کا ذکر قرانِ کریم کی اس آیت میں ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ (الفتح:۲۷)۔

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے جو واقعہ کے بالکل مطابق ہے، تم لوگ ان شاء اللہ ضرور بالضرور مسجدِ حرام میں اس طرح امن و امان کے ساتھ داخل ہوگے، کہ تم (میں سے کچھ) نے اپنے سروں کو بے خوف و خطر مُنڈوایا ہو گا، اور (کچھ) نے بال تراشے ہوں گے، اللہ وہ باتیں جانتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں ہیں، چنانچہ اُس نے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے ایک قریبی فتح طے کر دی ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ ذی قعدہ کا چاند دیکھ کر اس عمرہ کی قضاء کے لئے نکلے جس سے حدیبیہ کے موقع پر مشرکین نے روکا تھا، اور آپ کے ساتھ وہی مسلمان نکلے جو آپ کے ساتھ حدیبیہ میں

۱) السیرۃ النبویۃ: ۳۱۹

شریک تھے، اور آپ ﷺ نے مدینہ پر عُویف بن اضبط دُ ئلی رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا۔ [1]

اس طرح آپ ﷺ دو ہزار (۲۰۰۰) آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ہدی کے ۷۰ اونٹ آپ کے ہمراہ تھے، ذوالحُلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ ﷺ نے اور صحابۂ کرام نے احرام باندھا، اور لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے، اور احتیاطًا اپنے ساتھ میں ہتھیار بھی لئے، مگر چونکہ حدیبیہ کے معاہدہ میں ایک شرط یہ تھی کہ ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے ہتھیار مقامِ "یاجُج" میں چھوڑ دیئے (جو مکہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے) اور ۲۰۰ آدمیوں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا، اور آپ ﷺ اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے، مشرکین مسلمانوں کا تماشا دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل کر کعبہ کے شمال میں واقع جبلِ قُیقُعان پر جابیٹھے تھے، اور انہوں نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارے پاس ایک ایسی جماعت آرہی ہے جسے یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام کو حکم دیا کہ اپنے کندھے کھولو اور پہلے تین چکروں میں رمل کرو (رمل کہتے ہے تیز تیز چلنا اور اپنے کاندھوں کو حرکت دینا جسے اکڑ کر چلنا کہا جاتا ہے) اس حکم کا منشاء یہ تھا کہ مشرکین آپ کی قوت کا مشاہدہ کرلیں۔

ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ عمرةُ القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے، اور حضرت عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے چل رہے تھے اور یہ اشعار کہہ رہے تھے۔

خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ	اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِهٖ
ضَرْبًا یُزِیْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِیْلِهٖ	وَیُذْهِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِهٖ

ترجمہ: اے کفار! محمد ﷺ کا راستہ چھوڑ دو آج ہم تمہیں ان کے آنے کی وجہ سے ایسی مار

---

۱) البدایة والنهایة: ۴/۴۵۶

ماریں گے جو کھوپڑیوں کو سر سے الگ کر دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی۔

اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن رَواحہ! تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر کہہ رہے ہو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! انہیں کہنے دو، کیونکہ یہ ان کافروں کے حق میں تیر کی مار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (۱)

قریش نے اگرچہ معاہدہ کی رو سے آپ ﷺ کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دی لیکن شدتِ غَیظ اور حسد کی وجہ سے آپ ﷺ کو اورآپ کے صحابۂ کرام کو دیکھ نہ سکے، اس لئے سرداران قریش اور ان کے بڑے بڑے لوگ مکہ مکرمہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے، رسول اللہ ﷺ عمرہ کے اداء کرنے کے بعد ۳ دن مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، اور حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، جب ۳ دن گذر گئے تو قریش نے سُہیل بن عَمرو اور حُوَیطِب بن عبدُ العُزیٰ کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ مدت گزر گئی ہے لہذا آپ چلے جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم مہلت دو تو میں میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی عَرُوسی اور دعوتِ ولیمہ کرلوں، ان لوگوں نے نہایت تُرش رُوئی سے جواب دیا کہ ہم تمہیں اللہ اور معاہدہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ چلے جائیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ابو رافِع کو حکم دیا (کوچ کرنے کے اعلان کا) لہذا انہوں نے کوچ کرنے کا اعلان کیا، آپ ﷺ سوار ہوئے یہاں تک کہ مقامِ "سَرِفْ" میں پڑاؤ ڈالا، اور آپ ﷺ ابو رافع کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ گئے کہ وہ ان کو لیکر مقامِ "سَرِفْ" میں آئے، آپ ﷺ نے مقام "سَرِفْ" میں قیام کیا یہاں تک کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بناء فرمائی، اور یہاں سے چل کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ (۲)

---

۱) سنن النسائي: ۲۸۷۳

سنن الترمذي: ۲۸۴۷

۲) البداية والنهاية: ۴/ ۴۵۹

غزوۂ مُوتہ ۸ سنہ ھ

اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے جب سَلاطین واُمراء کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کئے تو آپ نے حارث بن عُمیر اَزدی رضی اللہ عنہ کو خط دیکر بُصری کے حاکم شُرَحبیل بن عَمرو غَسَّانی کے پاس بھیجا، وہ گئے تو شُرَحبیل نے ان کو باندھ دیا، اس کے بعد ان کو سامنے بلواکر شہید کردیا، یہ بات حضور ﷺ پر سخت گراں گزری، کیونکہ قاصدوں کو قتل کرنے کا دُستور نہ تھا، اور حضور ﷺ بھی کسی قاصد کو قتل نہیں کیا کرتے تھے، نہ حضور ﷺ کا ان کے سواکوئی قاصد قتل کیا گیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے بُصری کی طرف ایک لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا، یہ جمادی الأولی ۸ ھ کا واقعہ ہے، تین ہزار (۳۰۰۰) مجاہدوں پر مشتمل ایک فوج اس کے لئے تیار ہوئی، اورآپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر بنایا، جبکہ بڑے بڑے انصارومہاجرین موجود تھے۔ (۱)

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: غزوۂ موتہ میں آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر امیر ہو، اگر جعفر شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رَواحہ امیر ہو، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اس غزوہ میں ان کے ساتھ تھا، ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا، تو ہم نے انہیں مقتولین میں پایا، ہم نے ان کے جسم پر ۹۰ سے زیادہ نیزے اور تیر کے نشانات پائے۔ (۲)

جب روانگی کا وقت قریب ہوا تو لوگوں نے آپ ﷺ کے متعین کردہ اُمَراء کو رخصت کیا، اور ان کو اپنا سلام پیش کیا، ان کے سامنے ایک لمبا، اور دشوار سفر تھا، اور ایسے دشمن سے واسطہ تھا

۱) السیرۃ النبویۃ: ۳۲۳

۲) صحیح البخاری: ۴۲۶۱

جس کو اس زمانہ کی سب سے بڑی سلطنت کی پُشت پَناہی حاصل تھی۔

یہ اسلامی فوج روانہ ہوئی، یہاں تک کہ انہوں نے مقامِ "مَعَان" پر پڑاؤ ڈالا، مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ ہرقل "بَلْقَاء" میں ایک لاکھ رومی فوج کے ہمراہ موجود ہے، اور اس کے ساتھ بہت بڑی تعداد میں عرب قبائل لخم، جُذام، وغیرہ آملے ہیں، تو مسلمانوں نے دوراتیں مقامِ "مَعَان" پر صورتحال پر غور کرتے ہوئے گزاری، بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک خط روانہ کیا جائے، اور آپ کو دشمن کی تعداد سے مطلع کرایا جائے، پھر یا تو آپ ہماری مدد کے لئے اور آدمی روانہ فرمائیں گے یا کوئی حکم دیں گے جس پر ہم عمل کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر لوگوں کو ہمت دلاتے ہوئے کہا: لوگو! تم شہادت کی طلب میں نکلے ہو، اور آج اسی کو ناپسند سمجھتے ہو، ہم لوگوں سے تعداد، قوت، اور کثرت کی بنیاد پر نہیں لڑتے، بلکہ ہم تو صرف اس دین کی طاقت سے لڑتے ہیں، جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت بخشی، لہذا تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ، کیونکہ ہمارے لئے دو نیکیوں میں سے ایک نیکی تو ضرور ہے، یا تو فتح یا تو شہادت، یہ سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، اور روانہ ہو گئے۔

جب اسلامی لشکر "بَلْقَاء" کے قریب پہنچا، تو رومیوں اور عربوں کا ایک بڑا لشکر مُشارَفت نامی بستی کے پاس موجود تھا، وہ لشکر مسلمانوں کو دیکھ کر قریب ہوا، مسلمان "مُوْتَہ" نامی بستی میں ٹھہر گئے، اور دونوں فریق آمنے سامنے ہوئے، اور جنگ کا آغاز ہو گیا۔

سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے پرچم کو ہاتھ میں لیکر جنگ کا آغاز کیا، وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے، نیزوں نے ان کے سارے جسم کو چھلنی کر دیا تھا، ان کے شہید ہونے کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا، اور لڑتے رہے، یہاں تک کہ جب لڑائی کا دباؤ بڑھا، تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر گئے، اور اس کی کُوچیں کاٹ دیں، پھر پیدل لڑنا شروع کیا، ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا، تو انہوں نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں لیا، پھر بایاں ہاتھ کٹ گیا، تو

انہوں نے پرچم کو اپنے دونوں بازوؤں سے جکڑ لیا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، مسلمانوں نے ان کے سینہ اور بازوؤں کے درمیان اور سامنے کے حصہ میں ۹۰ زخم پائے، جب وہ شہید ہوئے، تو حضرت عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم اپنے ہاتھ میں لیا، اور آگے بڑھے، اور وہ بھی گھوڑے سے اتر آئے، اسی دوران ان کا ایک چچازاد بھائی ان کے پاس ایک ایسی ہڈی لیکر آیا جس پر کچھ گوشت تھا، اور کہا: اس کے ذریعے سے اپنی پشت کو مضبوط کرو، اس لئے کہ تم نے کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا ہے، عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ نے انہی کے ہاتھ سے کچھ گوشت اپنے منہ میں لیا، پھر اس کو پھینک دیا، اور اپنی تلوار لیکر آگے بڑھے، اور دشمن سے قتال کیا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، ان کے بعد لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت پر اتفاق کر لیا، انہوں نے پرچمِ اسلام اپنے ہاتھ میں لیا (وہ بڑے بہادر اور جنگی تدبیروں کو جاننے والے شخص تھے) انہوں نے اسلامی لشکر کو جنوب کی طرف موڑ لیا اور دشمن شمال کی طرف چلا گیا، اور رات نے اپنے پردے لٹکا دیے، اور دونوں فریقوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا، اور جنگ کو مسلسل جاری نہ رکھنے میں انہیں عافیت نظر آئی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں کی اچھی خاصی تعداد اپنے لشکر کے عَقِب میں متعین کر دی، ان لوگوں نے صبح ہوتے ہی اتنی بلند آواز سے نعرے لگائے، اور شور برپا کیا کہ دشمن کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ شاید مدینہ سے کمک (مدد) آگئی ہے، اس کی وجہ سے رومیوں پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہو گئی، اور وہ آپس میں کہنے لگے: جب تین ہزار کے لشکر نے یہ حالت کر دی ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں، تو جب ان کے پاس کمک (مدد) آگئی ہے، جس کی تعداد اور قوت کا اندازہ نہیں ہے، تو اس وقت یہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کریں گے؟ یہ سوچ کر رومیوں کی ہمت پست ہو گئی، اور انہوں نے اسلامی لشکر سے مقابلہ کا ارادہ ترک کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو قتل

وقتال کی تکلیف سے بچالیا۔ (۱)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ مُوتَہ کی خبر آنے سے پہلے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت زید رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا، اوروہ شہید ہوئے، پھر کہا: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا، اوروہ شہید ہوئے، پھر کہا: حضرت عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا، اور وہ شہید ہوئے، آپ ﷺ یہ کہہ رہے تھے، اورآپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پرچم کو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا، اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ (۲)

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت قیس بن ابی حازِم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: غزوۂ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں تھیں، صرف ایک یمنی چوڑی تلوار باقی رہ گئی تھی۔ (۳)

آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلہ ان کو دو پر عطا کئے ہیں، جن سے وہ جنت میں جہاں چاہیں پرواز کرتے ہیں، اسی لئے ان کا لقب جعفرِ طَیَّار (اڑنے والے) اور ذی الجَناحَین (دو پروں والے) پڑ گیا۔ (۴)

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے

---

۱) السيرة النبوية: ۳۲۴-۳۲۶
۲) صحیح البخاری: ۴۲۶۲
۳) صحيح البخاري: ۴۲۶۵
۴) السيرة النبوية: ۳۲۷

صاحبزادے کو سلام کرتے تو کہتے «اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ» [1]
یہ اس لئے کہتے تھے، جیسا کہ پیچھے گزرا کہ جنگِ موتہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ان کے عِوض دو پر عطا فرمائے، جن سے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں، اس وجہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کے صاحبزادے کو ابنِ ذی الجَناحَین کہتے تھے۔

جب لشکر واپسی میں مدینہ کے قریب پہنچا، تو آپ ﷺ اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، بچے بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے، آپ ﷺ سواری پر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: بچوں کو اپنے ساتھ بٹھا لو اور جعفر کا بچہ مجھے دے دو، آپ ﷺ کے پاس ان کے صاحبزادے عبد اللہ کو لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کو لیا، اور اپنی گود میں بٹھالیا، مسلمان اس لشکر کے لوگوں پر مٹی پھینکتے تھے، اور کہتے تھے کہ فرار اختیار کرنے والو تم خدا کی راہ سے فرار اختیار کرکے آئے ہو، پس آپ ﷺ نے فرمایا: بھاگنے والے نہیں، ان شاء اللہ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔

فتح مکہ سنہ ۸ ھ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر توحید کی بنیاد پر کی تھی، لیکن وہ خانۂ کعبہ ۳۶۰ بتوں سے بھرا ہوا تھا، حضور ﷺ کو جب حق تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ ﷺ نے توحید کا اعلان شروع کیا، اور آپ ﷺ چاہتے تھے کہ سارے عالم سے کفر و شرک کا خاتمہ کر دیں، لیکن مکہ میں رہتے ہوئے قریش کی مخالفتوں کی وجہ سے آپ کو اتنا موقع نہیں مل سکا کہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر سکیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت دی، اور ہجرت

---

۱) صحیح البخاری: ۴۲۶۴

کرکے آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ایک زمانہ تک قریش کے حملوں کا دفاع کرنے میں مشغول رہے، اورآپ ﷺ کعبہ کارخ نہ کرسکے، ۶ سنہ ھ میں آپ ﷺ عمرہ کی نیت سے کعبہ کی طرف چلے تو قریش حائل ہوگئے، بالآخر صلحِ حدیبیہ واقع ہوئی جیسا کہ ماقبل میں گزرچکاہے کہ اس صلح میں عام قبائلِ عرب کوایک اختیار دیا گیا تھا کہ جو قبیلہ جس کے ساتھ چاہے اس کے ساتھ مل جائے، چنانچہ کچھ قبائل آپ ﷺ کے ساتھ ہوگئے تھے، اور کچھ قریشِ مکہ سے مل گئے تھے، ان قبائل میں قبیلۂ بنی خُزاعہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کا حلیف ہوگیا تھا، اور قبیلۂ بنی بکر قریش کا حلیف بن گیا تھا، لیکن یہ صلح زیادہ مدت تک نہ رہ سکی، صلحِ حدیبیہ سے قبل قریش کیا سارے اہلِ عرب آپ ﷺ کی طرف متوجہ تھے اورآپ ﷺ کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف تھے، لیکن جب صلح ہوگئی تو کچھ سانس لینے کا موقع ملا، ادھر مسلمانوں کو دعوتِ اسلام کا ایک اچھا موقع ملا اور ادھر قبائلِ عرب کو آپس کی خانہ جنگیاں یاد آئیں۔

بنو خُزاعہ اور بنو بَکر میں پرانے زمانہ سے دشمنی چلی آرہی تھی، لیکن اسلام کے ظاہر ہونے کے بعد ان دونوں کی توجہ مسلمانوں کی طرف ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے ان کی آپس کی جنگ کچھ سرد پڑگئی تھی، صلحِ حدیبیہ کے بعد جنگ کے شعلے دوبارہ بھڑکے، اور بنو بَکر نے بنو خُزاعہ پر حملہ کردیا، قریش کے بہت سے لوگوں نے اس حملہ میں بنو بَکر کی مدد کی، عِکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن اُمَیَّہ اور سُہَیل بن عَمرو وغیرہ خود اس حملہ میں شریک ہوئے، بنو خُزاعہ نے حرم میں پناہ لی، لیکن وہاں بھی ان کو پناہ نہ مل سکی اور ان کو قتل کیا گیا اور لوٹا گیا۔

قریش نے یہ صلحِ حدیبیہ کی صریح خلاف ورزی کی، کیونکہ صلح کے شرائط میں یہ بات داخل تھی کہ نہ مسلمان قریش کے حلیف قبائل سے جنگ کریں گے اور نہ ہی قریش مسلمانوں کے حلیف قبائل سے، یہاں قریش نے اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنو خُزاعہ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا، اوراس طرح جو معاہدہ ہوا تھا اس کو توڑ دیا۔

حضور ﷺ نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار کر لیں، یا تو بنو خُزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کریں، یا بنو بکر کے معاہدہ سے علیحدگی اختیار کر لیں، یا صلح کے معاہدہ کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیں۔

قُرطہ بن عَمرو نے قریش کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم تیسری بات اختیار کرتے ہیں، چنانچہ قاصد ان کا جواب لیکر مدینہ واپس ہوا، قاصد کی روانگی کے فوراً بعد قریش کو اپنی بیوقوفی پر ندامت ہوئی۔

قریش نے ابوسفیان کو معاہدہ کی تجدید کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا، چنانچہ ابوسفیان مدینہ آئے، لیکن پہلے اپنی صاحبزادی اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ حَبیبہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گئے، گھر میں آپ ﷺ کا بستر بچھا ہوا تھا، حضرت اُمّ حَبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ بستر لپیٹ دیا، ابوسفیان نے حیرت زدہ ہوکر دریافت کیا، بیٹی! کیا تم نے بستر لپیٹ دیا؟ اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھا، حضرت اُمِّ حَبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کو اس بستر کے لائق نہیں سمجھا، یہ آپ ﷺ کا بستر ہے، اس پر مشرک کیوں کر بیٹھ سکتا ہے، ابوسفیان نے یہ جواب سن کر کہا: خدا کی قسم! بیٹی میرے بعد تم شر میں مبتلا ہوگئی، حضرت اُمّ حَبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: شر میں نہیں، بلکہ کفر کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کے نور میں داخل ہوگئی ہوں، پھر ابوسفیان نے مسجدِ نبوی میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوکر معاہدہ کی تجدید کی بات کی، آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی، جب بارگاہِ نبوت سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کچھ نہیں کر سکتا، وہاں سے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور سفارش کے لئے کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ ﷺ سے تمہاری سفارش کروں؟ خدا کی قسم! اگر میرے پاس تم سے لڑنے کے لئے کچھ نہ ہو تب بھی میں تم سے جہاد کروں گا، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ﷺ جو ارادہ کر چکے ہیں

اب کسی کو یہ جرات نہیں کہ وہ اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو کرسکے، ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اصرار کرتے ہوئے کہا: مجھے کوئی تدبیر بتلاؤ، میں اب کیا کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ذہن میں تو صرف اتنی بات آتی ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اختیار کرلیں کہ مسجد میں جاکر اعلان کردو کہ میں صلح کی تجدید کے لئے آیا ہوں، چنانچہ ابوسفیان نے آکر اعلان کردیا، اور واپس مکہ چلا گیا، مکہ والوں کو جب صورتحال معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا: نہ تو یہ صلح ہے کہ ہم خاموش بیٹھ جائیں، اور نہ جنگ کی خبر ہے کہ ہم اس کے لئے تیاری کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی واپسی کے بعد جہاد کی تیاری کا حکم دیا، اور یہ اہتمام کیا کہ ساری باتوں کہ خفیہ رکھا جائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے مکہ روانگی کا اعلان کیا، اسی دوران حاطِب بن اَبِی بَلتَعہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ مکہ کے نام ایک خط لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی مکہ فتح کرنے کی تیاری کی اطلاع دی گئی تھی، یہ خط ایک عورت کے ہاتھ مکہ روانہ کیا گیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی، اور وہ خط پکڑا گیا، بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما کو بھیجا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم تینوں نکلو یہاں تک کہ روضۂِ خَاخ پر آؤ، وہاں تمھیں ایک عورت ملے گی، اس کے پاس خط ہے، وہ اس سے چھین لاؤ، ہم تینوں گھوڑے دوڑاتے ہوئے نکل پڑے، جب ہم روضۂِ خاخ پہنچے تو واقعی وہاں ایک عورت دیکھی، ہم نے اس سے کہا: خط نکال، وہ کہنے لگی: میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا: تو خط نکالتی ہے یا ہم تیرے کپڑے اتاردیں، کہتے ہیں کہ اس نے اپنی چوٹی سے اس کو نکالا، ہم وہ خط لیکر آپ ﷺ کے پاس آئے، اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

حاطِب بن ابی بَلتَعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام، وہ انہیں آپ ﷺ کے بعض امور کی خبر دے رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے حاطِب یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے

رسول! میرے معاملہ میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں، میں قریش کے ساتھ چپکا ہوا ایک آدمی تھا، اور میرے ان کے ساتھ حلیفانہ تعلق تھے، اور میری ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں تھی، اورآپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں، ان کے وہاں کوئی نہ کوئی رشتہ دار موجود ہیں جو ان کے گھر والوں اور مال کی حفاظت کریں گے، پس میں نے سوچا چونکہ خاندان کی حیثیت سے میرا ان سے کوئی تعلق نہیں تو کچھ احسان ہی ان پر ایسا کردوں جس کے صلہ میں وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے، اور میں نے یہ کام میرے دین سے پھرنے، اوراسلام لانے کے بعد کفرپر راضی ہونے کی وجہ سے نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب سچ کہتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں، اور تمہیں کیا پتہ کہ شاید اللہ تعالیٰ بدریوں کے حال سے واقف ہوگئے جو فرمایا کہ آئندہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱ تک نازل فرمائی۔ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے کی خاطر اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نکلے ہو تو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ایسا دوست مت بناؤ کہ اُن کو محبت کے پیغام بھیجنے لگو، حالانکہ تمہارے پاس جو حق آیا ہے، انہوں نے اس کو اتنا جھٹلایا ہے کہ وہ

---

۱) صحیح البخاری: ۴۲۷۴

رسول کو بھی اور تمہیں بھی صرف اس وجہ سے (مکہ سے) باہر نکالتے رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو، تم ان سے خفیہ طور پر دوستی کی بات کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم خفیہ طور پر کرتے ہو، اور جو کچھ علانیہ طور پر کرتے ہو، میں اُس سب کو پوری طرح جانتا ہوں، اور تم میں سے جو کوئی بھی ایسا کرے وہ راہِ راست سے بھٹک گیا۔

حضور ﷺ ۱۰ ہزار (۱۰۰۰۰) لوگوں کی جمعیت کے ساتھ مکہ کے لئے روانہ ہوئے، ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، عشاء کے وقت اسلامی لشکر "مَرُّ الظَّهْرَان" پہنچا اور وہاں پڑاؤ ڈالا، حضور ﷺ نے حکم دیا: ہر فرد اپنی آگ الگ الگ روشن کرے، اس طرح سارا جنگل روشن ہو گیا، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آپ ﷺ فتحِ مکہ کے روز روانہ ہوئے، تو یہ خبر قریش کو پہنچی، تو ان میں سے ابوسفیان بن حَرْب، حَکِیم بن حِزام اور بُدَیل بن وَرْقاء، آپ ﷺ کی طرف اطلاعات حاصل کرنے کے لئے آئے، چنانچہ "مَرُّ الظَّهْرَان" پہنچ کر انہوں نے عرفات کی طرح بہت سی آگیں روشن دیکھیں، تو ابوسفیان نے کہا: یہ آگیں کیسی ہیں؟ بالکل عرفات کی آگیں معلوم ہوتی ہیں، تو بُدَیل بن وَرْقاء نے کہا: بنو عَمرو قبیلہ کی آگیں معلوم ہوتی ہیں، ابوسفیان نے کہا: بنو عَمرو قبیلہ والے تو اس سے کم ہیں، ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ ﷺ کے پہرہ داروں نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا، اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا، ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا، جب آپ ﷺ کی سواری مبارک چلی تو آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان کو وہاں کھڑا کرو جہاں گھوڑوں کا ہجوم ہے، تاکہ وہ مسلم فوج کو دیکھ لے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں کھڑا کر لیا، چنانچہ تمام عربی قبیلے ایک ایک کر کے گزرنے لگے، ایک لشکر ابوسفیان کے سامنے سے نکلتا، پھر دوسرا، ایک لشکر گزرا تو ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ بنو غِفار ہے، ابوسفیان نے کہا: مجھے ان سے کوئی غرض نہیں، پھر

جُہَینہ کا لشکر گزرا، تو ابوسفیان نے ایسا ہی کہا، پھر قبیلۂ سعد بن ہُذَیم گزرا، تب بھی اس نے یہی کہا، پھر قبیلۂ سُلَیم گزرا تب بھی اس نے یہی کہا، آخر میں ایک لشکر ایسا آیا کہ ابوسفیان نے ایسا بڑا لشکر کبھی نہیں دیکھا تھا پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ انصار ہیں، ان کے سردار حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ تھے جو جھنڈا لئے ہوئے تھے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کو آواز دی کہ ابوسفیان آج تو قتل کا دن ہے، آج کعبہ میں لڑنا حلال ہوگا، ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا آج کتنا مبارک دن ہے کہ کفار ہلاک ہوجائیں گے۔

پھر ایک اور لشکر آیا جو تمام لشکروں سے چھوٹا تھا، اس میں آپ ﷺ اور آپ کے مہاجر صحابۂ کرام تھے، آپ کا جھنڈا مبارک حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا، جب آپ ﷺ ابو سفیان کے سامنے سے گزرے تو اس نے عرض کیا: کیا آپ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا کہنا نہیں سنا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے کیا کہا؟ تو ابو سفیان نے کہا: ایسا ایسا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سعد نے جھوٹ کہا، لیکن یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کو عظمت بخشے گا، اور اسے پوشاک دی جائے گی حضرت عُروہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جھنڈا مقامِ "حَجُون" میں گاڑا جائے۔ (۱)

اور حَکِیم بن حِزام اور بُدَیل بن وَرْقاء دونوں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بَاِسلام ہوئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان مکہ کا سردار ہے، لہذا آپ اس کے لئے کوئی امتیاز عطا فرمادیں، حضور ﷺ نے فرمایا: اعلان کرو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ مامون ہوگا، ابوسفیان نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے گھر میں سب آدمی کہاں رہ سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسجدِ حرام میں داخل ہوجائے گا اس کے لئے بھی امن ہے، ابوسفیان نے کہا: مسجد میں بھی زیادہ گنجائش نہیں ہے، تو

---

۱) صحیح البخاری: ۴۲۸۰

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا جو آدمی اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ جائے گا اس کے لئے بھی امن ہے۔

دوسرے دن مکہ کی طرف روانگی کا اعلان ہو گیا، دس ہزار (۱۰۰۰۰) لوگوں کی پاکباز جمعیت مکہ مکرمہ کی طرف بڑھنے لگی، ابو سفیان چونکہ سردارِ مکہ تھا، اس لئے اس کو اہلِ مکہ کی فکر تھی، وہ جلدی سے لشکرِ اسلام سے آگے نکلتے ہوئے مکہ پہنچا، اور اعلان کیا کہ لشکرِ اسلام آرہا ہے، لہذا اسلام لے آؤ تو سلامت رہو گے، یا میرے گھر میں داخل ہو جاؤ، یا اپنے گھروں کے دروازے بند کر دو، یا مسجدِ حرام میں چلے جاؤ، ابو سفیان کا یہ اعلان سن کر اس کی بیوی ہِندہ آئی، اور ابو سفیان کی داڑھی پکڑتے ہوئے کہا، اس احمق کو قتل کر دو، ابو سفیان نے کہا، میری داڑھی چھوڑ، میں قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تو اسلام نہ لائی تو تیری گردن ماردی جائے گی، لہذا گھر میں داخل ہو جا۔

حضور ﷺ "کَدَاء" کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے۔[1] اور رسول اللہ ﷺ مکہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ آپ کا سر مبارک تواضع کے غلبہ سے بالکل جھک گیا تھا، قریب تھا کہ آپ کی ٹھوڑی اونٹنی کے کجاوہ سے لگ جائے، اور آپ ﷺ داخل ہوتے وقت سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔

چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت مُعاویہ بن قُرَّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن مُغفل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو فتحِ مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر سوار دیکھا، اور آپ سورۂ فتح بڑی خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے، حضرت مُعاویہ بن قُرَّہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے تو میں اسی طرح پڑھ کر سناتا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مُغفل رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنایا۔[2]

مکہ میں داخل ہو کر آپ ﷺ سب سے پہلے حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے،

---

۱) صحیح البخاری: ۴۲۹۰

۲) صحیح البخاری: ۴۲۸۱

اور غسل فرما کر چاشت کی ۸ رکعت نماز ادا فرمائی[۱] اس کے بعد آپ ﷺ مسجدِ حرام میں تشریف لے آئے، اور خانۂ کعبہ کا طواف کیا، اس وقت خانۂ کعبہ کے ارد گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، آپ ﷺ ان کو اپنے ہاتھ میں موجود لکڑی سے گرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے «جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ الباطِلُ، جَاءَ الحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ»۔[۲]

طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ حَجَبی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے خانۂ کعبہ کی کنجی لی، اور بیت اللہ کو کھلوایا، پس بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ فتحِ مکہ کے دن مکہ کے اوپری حصہ (کَداء) سے اپنی سواری پر تشریف لے آئے، اور آپ ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ حَجَبی رضی اللہ عنہما تھے، یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی مسجدِ حرام میں بیٹھ گئی، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ حَجَبی رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کی چابی لانے کا حکم دیا، پس آپ ﷺ بیت اللہ شریف میں تشریف لے آئے، اور آپ کے ساتھ حضرت اُسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ حَجَبی رضی اللہ عنہم تھے، پس آپ ﷺ اس میں دن کی ایک لمبی گھڑی ٹھہرے رہے۔[۳]

پھر آپ ﷺ باہر نکلے تو مسجدِ حرام بھری ہوئی تھی، لوگوں کو انتظار تھا کہ آج آپ اپنے ان مخالفین کے لئے کیا حکم صادر فرماتے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی کی تمام قوتیں آپ کو تکلیف دینے کے لئے وقف کر رکھی تھیں، آپ ﷺ نے خطبہ دیا، خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے قریش مکہ کی طرف دیکھ کر کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ قریش نے کہا: بھلائی کا، آپ شریف بھائی ہیں، اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، لہذا حضور ﷺ نے فرمایا: «لا تَثْرِيبَ

---

۱) صحیح البخاری: ۴۲۹۲

۲) صحیح البخاری: ۴۲۸۷

۳) صحیح البخاری: ۴۲۸۹

عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ» آج تم پر کوئی عتاب نہیں ہے، جاؤ، تم سب کہ سب آزاد ہو، پھر حضور ﷺ نے مردوں اور عورتوں سے بیعت لینا شروع کی، مردوں سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے تھے، اور عورتوں سے جن امور پر بیعت لی اس کا ذکر سورۂ ممتحنہ کی اس آیت میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (الممتحنة:۱۲)۔

ترجمہ: اے نبی! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں مانیں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور زنا نہیں کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جو اُنہوں نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گڑھ لیا ہو، اور نہ کسی بھلے کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو تم اُن کو بیعت کر لیا کرو، اور اُن کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کیا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

پھر آپ ﷺ مکہ میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، چنانچہ آپ ﷺ نے قیامت کے دن تک مکہ کی حرمت کا اعلان کیا، اور فرمایا: کسی ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہوں یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اس میں خون بہائے یا اس کے کسی درخت کو کاٹے، نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے ایسا کرنا حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا، پس بخاری شریف کی روایت ہے مجاہد بن جُبَیر کہتے ہیں: آپ ﷺ فتحِ مکہ کے دن (خطبہ دینے کے لئے) کھڑے ہوئے، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین و آسمان پیدا کئے اسی دن سے مکہ کو حرمت والا قرار

دیا، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حرمت کی وجہ سے تاقیامت محترم رہے گا، نہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا ہے، اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا، پس میرے لئے صرف ایک گھڑی بھر کے لئے حلال ہوا تھا، لہذا اس کے جانور کو نہ چھیڑا جائے، وہاں کا درخت نہ کاٹا جائے، وہاں کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے، اور وہاں کی پڑی ہوئی چیز بھی اٹھانا جائز نہیں مگر اعلان کرنے والے کے لئے، چنانچہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اِذْخِر گھاس کو مستثنیٰ کیجئے، اس لئے کہ اس کی لوہاروں اور گھروں کے لئے ضرورت پڑتی ہے، پس آپ ﷺ خاموش رہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: صرف اِذْخِر مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ اس کا کانٹنا حلال ہے۔ (۱)

پھر آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے، فتح مکہ کا عربوں کے دلوں پر بڑا گہرا اثر پڑا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دیا، اور وہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرانِ کریم میں اسی موقع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ (النصر: ۱-۳)۔

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے، اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہورہے ہیں، تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اور اُس سے مغفرت مانگو، یقین جانو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ (۲)

---

۱) صحیح البخاری: ۴۳۱۳

۲) السیرۃ النبویۃ: ۳۴۵

غزوۂ حنین ۸ سنہ ھ

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، یہاں عرب کے دو مشہور قبیلے آباد تھے ہَوازِن اور ثَقیف، ہَوازِن تیر اندازی میں مشہور تھا، اور ثَقیف شرافت میں، رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ کو فتح کیا، تو ان دو قبیلوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فتحِ مکہ کے بعد اب ان کی باری ہے، اس سے پہلے کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہو ہمیں پیش قدمی کرکے ان پر حملہ کرنا چاہیے، چنانچہ دونوں قبیلوں کے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) افراد پر مشتمل ایک بڑا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے مالک بن عوف کی زیر نگرانی میں چل پڑا، انہوں نے عورتوں اور بچوں کو بھی اس غرض سے اپنے ساتھ لے لیا کہ ان کو چھوڑ کر کوئی بھاگ نہ سکے، اور ان کی حفاظت کے لئے اپنی جان دیدے۔

لشکر کی قیادت اگرچہ قبیلۂ ہَوازن کا سردار مالک بن عوف کر رہا تھا، لیکن قبیلۂ بنی جُشَم کے سردار دُرَید بن صِمَّہ کو بھی مُشیِر کی حیثیت سے لشکر میں لایا گیا، تاکہ جنگی امور میں اس کی مہارت سے فائدہ اٹھایا جاسکے، دُرَید بن صِمَّہ مشہور شاعر اور میدانِ جنگ کو سمجھنے میں غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا، اس کی عمر ۱۰۰ سال سے زیادہ ہوگئی تھی، لوگوں نے اس کو اٹھاکر میدانِ جنگ میں پہنچایا، دُرَید نے دریافت کیا: یہ کون سا مقام ہے؟ لوگوں نے کہا: اَوطاس، درید نے کہا: ہاں، یہ مقام جنگ کے لئے مناسب ہے، کیونکہ یہاں کی زمین نہ زیادہ سخت ہے اور نہ اِس قدر نرم کے پاؤں دھنس جائیں، پھر اس نے پوچھا: یہ بچوں کے رونے کی آواز کیسے آرہی ہے؟ تو لوگوں نے کہا: بچے اور عورتیں ساتھ آئی ہیں، تاکہ ہر شخص بہادری سے لڑے، اور کوئی پیٹھ پھیر کر نہ بھاگے، اس پر دُرَید بولا، جنگ میں تو صرف نیزہ اور تلوار کام آتی ہے، اگر جنگ میں فتح ہوئی تو اہل وعیال کو لانے کا کوئی فائدہ نہیں، اگر شکست ہوئی تو بچوں اور عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت ہوگی، اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اہل وعیال کو لشکر کے پیچھے رکھا جائے، لیکن مالک بن عوف نے جوانی کے جوش

میں دُرَید کی رائے بالکل پسند نہیں کی، اور کہا: بڑھاپے کی وجہ سے اس کی عقل بیکار ہو چکی ہے۔

جب آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی، تو آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن ابی حَدرَدْ رضی اللہ عنہ کو صورتحال معلوم کرنے کے لئے بھیجا، وہ گئے اور ۲ دن ہَوازِن کے لشکر میں رہنے کے بعد آکر آپ ﷺ کو تفصیل بتائی، حضور ﷺ نے بھی مقابلہ کے لئے تیاریاں کیں، آپ ﷺ نے صفوان بن اُمَیَّہ سے جو اب تک اسلام نہیں لایا تھا، ۱۰۰ ازرہیں مع سازوسامان کے عاریت پر لیں۔

۶ شوال ۸ سنہ ھ کو حضور ﷺ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) آدمیوں کا لشکر لیکر مکہ مکرمہ سے حُنَیْن کی طرف روانہ ہوئے، جن میں سے کچھ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے دس ہزار (۱۰۰۰۰) صحابۂ کرام تھے، اتنی بڑی تعداد اس سے پہلے کسی غزوہ میں نہیں تھی، یہ اسلامی لشکر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ حُنَیْن کی جانب بڑھ رہا تھا، اتنے میں بعض صحابۂ کرام کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے، اس جملہ میں ایک طرح کا فخر کا شائبہ تھا اس لئے بارگاہِ خداوندی میں یہ بات ناپسند ہوئی، اسی کی طرف قرانِ کریم میں اشارہ کیا گیا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ [1]

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی ہے، اور (خاص طور پر) حنین کے دن جب تمہاری تعداد کی کثرت نے تمہیں مگن کر دیا تھا، مگر وہ کثرتِ تعداد تمہارے کچھ کام نہ آئی، اور زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم نے پیٹھ دِکھا کر میدان سے رُخ موڑ لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل کی، اور ایسے لشکر اُتارے جو تمہیں نظر نہیں آئے، اور جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا تھا، اللہ

۱) التوبة:۲۵

نے اُن کو سزا دی، اور ایسے کافروں کا یہی بدلہ ہے۔

اِسلامی لشکر ۱۰ شوال ۸ سنہ ھ کو وادئِ حنین پہنچا، مالک بن عوف نے اپنی فوج حنین کی دونوں جانب کمین گاہوں (مناسب جگہوں) میں بٹھا دی تھی، اور ان کو ہدایت کردی تھی کہ اپنی تلواروں کو نیام توڑ کر پھینک دو، جب لشکرِ اسلام ادھر سے گزرے تو سب مل کر حملہ کردو، چنانچہ ابھی صبح کی روشنی نمودار نہ ہوئی تھی کہ لشکرِ اسلام وادئِ حنین سے گزرنے لگا، اتنے میں ہَوَازِن اور ثَقِیف کے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) نوجوانوں نے مل کر تلواروں اور تیروں سے مسلمان فوج پر زبردست حملہ کیا، اس اچانک کے حملہ سے لشکرِ اسلام تتربتر ہوگیا، صرف چند صحابۂ کرام آپ ﷺ کے ساتھ رہ گئے، جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت اسامہ بن زید، اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے، ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے اور آپ ﷺ یہ فرماتے جارہے تھے «اَنَا النَّبِيُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ»۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے، اس لئے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو، چنانچہ انہوں نے بآوازِ بلند یہ نعرہ لگایا «یَا مَعْشَرَ الأَنْصَارْ، یَا اَصْحَابَ السَّمُرَۃْ» اے انصار کی جماعت! اے کیکر کے درخت والو! یہ نعرہ جو ہی صحابۂ کرام نے سنا تو پلٹے، اور آکر آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہوگئے، لہٰذا آپ ﷺ نے حملہ کا حکم دیا، اور میدانِ جنگ گرم ہوگیا، پس آپ ﷺ نے مٹی ہاتھ میں لیکر کفار کی طرف پھینکی، اور فرمایا «شَاھَتِ الْوُجُوْہُ» برا ہو ان چہروں کا، یا برے ہوئے یہ چہرے، کفار میں کوئی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھ میں وہ مٹی نہ پہنچی ہو، اور دشمن کے قدم اکھڑ گئے، ان کے ۷۰ آدمی مارے گئے، اور بہت سے قیدی بنا لئے گئے، اور کچھ نے بھاگ کر اوطاس اور طائف میں جا کر پناہ لی، طائف کی طرف بھاگنے والوں

۱) صحیح البخاری: ۴۳۱۵

میں مالک بن عوف بھی تھا، دُرَید بن صِمَّہ اوطاس کی طرف جانے والوں میں شامل تھا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو بالآخر فتح سے ہمکنار کیا۔

غزوۂ اوطاس سنہ ۸ ھ

ہَوازن کی شکست کے بعد ایک گروہ (جن میں مالک بن عوف بھی تھا) نے طائف میں جا کر پناہ لی، اور وہاں قلعہ بند ہو گئے، اور ایک دوسرے گروہ نے چل کر اوطاس میں پڑاؤ ڈالا[1] چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے تعاقب میں ایک سریہ حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا، انہوں نے ان سے جہاد کیا اور ان پر غالب آگئے، بخاری شریف کی روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ حُنَین سے فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دیکر اوطاس کی طرف بھیجا، وہاں دُرَید بن صِمَّہ سے ان کی ملاقات ہوئی، دُرَید مارا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی، حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے مجھے بھی ابو عامر کے ساتھ بھیجا تھا، حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے پر ایک تیر لگا، ایک جُشَمِی شخص نے انہیں تیر مارا، لہٰذا تیر ان کے گھٹنے میں گھس گیا، میں ان کے پاس گیا، اور پوچھا: چچا! آپ کو یہ تیر کس نے مارا؟ انہوں نے اس جُشَمی شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہی شخص میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا، میں اس کے ارادہ سے نکلا اور اس سے جا ملا، جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگنے لگا، میں اس کا پیچھا کرتا رہا، اور میں یہ کہتا ہوا جا رہا تھا: کیا تجھے شرم نہیں آتی، کیا تو ٹھہرے گا نہیں، پس وہ ٹھہر گیا، اور مجھ میں اور اس میں تلوار کے دو دو وار ہوئے، لیکن میں نے اسے قتل کر ڈالا، پھر (میں ابو عامر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا) اور کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھی کو قتل کر دیا، انہوں نے کہا: اس تیر کو تو نکالو، میں نے وہ تیر

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۳۵۱

نکلا، پس زخم سے پانی بہہ نکلا، چنانچہ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ ﷺ کی خدمت میں میری طرف سے سلام پیش کرنا، اور آپ سے کہنا کہ میرے لئے استغفار کیجئے، اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے لوگوں پر اپنا قائم مقام بنایا، پھر کچھ ہی دیر ٹھہرے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ گھر میں ایک رسی سے بنی چارپائی پر تشریف فرما ہیں، اس پر بستر بھی نہیں ہے، رسیوں کے نشان آپ کی پشت مبارک اور پہلوؤں پر پڑ گئے ہیں، پس میں نے ہمارا اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کا واقعہ آپ ﷺ سے بیان کیا، نیز عرض کیا: حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے آپ سے دعاء کی درخواست کی ہے، پس آپ ﷺ نے پانی منگوایا، اور وضو کیا، پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، اے اللہ! عُبید بن ابی عامر کو بخش دیجئے، اور آپ ﷺ نے اتنے ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ ﷺ نے دعاء فرمائی، اے اللہ! قیامت کے دن ابو عامر کو اپنے بہت بندوں سے اوپر کر دیجئے، میں نے عرض کیا: میرے لئے بھی دعا فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! عبد اللہ بن قَیس کے گناہوں کو بخش دیجئے، اور قیامت کے دن اسے عزت کی جگہ میں داخل کیجئے، حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے دو دعائیں فرمائیں، ایک حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے لئے، دوسری حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لئے۔ (۱)

غزوۂ طائف ۸ھ

حنین میں شکست کھا کر ہَوازن و ثقیف کے بہت سارے لوگ مالک بن عوف کی قیادت میں طائف چلے گئے تھے، طائف نہایت محفوظ مقام تھا، اوطاس کی شکست خوردہ فوج بھی یہاں

۱) صحیح البخاری: ۴۳۲۳

آگئی، اور انہوں نے اہلِ شہر سے مل کر سال بھر کا سامانِ رَسد اور مقابلہ کے لئے ضروری ہتھیار جمع کرکے اپنے آپ کو قلعہ بند کرلیا، اور قلعہ کے چاروں اطراف پر تیر انداز مقرر کئے، حضور ﷺ نے حنین کے اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو مقامِ "جِعِرَّانہ" میں جمع کرنے کا حکم دیا، اور لشکر لیکر خود طائف کے محاصرہ کے لئے تشریف لے گئے، اور ان کا محاصرہ کیا، قلعہ کی فصیل پر بیٹھے ہوئے تیر اندازوں نے لشکرِ اسلام پر بہت سخت تیر اندازی کی حتی کہ بہت سے مسلمان زخمی اور بہت سے صحابۂ کرام شہید ہو گئے، حضرت خالد بن ولید نے ان کو دست بدست جنگ کے لئے بلایا، انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں قلعہ سے اترنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے پاس سال بھر کا غلہ موجود ہے، جب یہ ختم ہو گا تب ہم تلواریں لیکر اتریں گے، لشکرِ اسلام نے قلعہ شکن آلات دبابہ اور منجنیق استعمال کئے، لیکن ان لوگوں نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کرکے اوپر سے برسانی شروع کیں، جس کی وجہ سے مسلمان آگے نہ بڑھ سکے۔

محاصرہ سخت ہوا، مسلمانوں کے کئی آدمی کفار کے تیروں سے شہید ہوئے، جب محاصرہ تنگ ہوا اور جنگ نے طول پکڑلی، تو رسول اللہ ﷺ نے ثقیف کے انگور کے باغات کاٹ ڈالنے کا حکم دیا، انہی باغات پر ان کی معیشت کا سارا دارومدار تھا، لوگوں نے ان باغات کو کاٹنا شروع کیا، تو انھوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی اللہ کے لئے اور رشتہ داری کا خیال کرکے ان باغات کو چھوڑ دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اس کو اللہ کے لئے اور رشتہ کی بنیاد پر چھوڑتا ہوں۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے منادی نے یہ نداء لگائی کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آئے گا وہ آزاد ہے، یہ سن کر ان کے ۱۰ سے کچھ زیادہ آدمی نکلے، جن میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ ﷺ نے ان سب کو آزاد فرمایا، اور ہر آدمی کو ایک مسلمان کے حوالہ کیا اور اس کے کھانے پینے کی ذمہ داری اس پر ڈال دی، یہ بات طائف والوں پر بہت گراں گذری۔

رسول اللہ ﷺ کو طائف فتح کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوا، اس لئے

آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیں، لوگ شور مچانے لگے اور کہنے لگے: ہم کوچ کیسے کریں جبکہ اب تک ہم پر طائف فتح نہیں ہوا ہے؟ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب آپ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو کوئی صورتِ حال پیش نہ آئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان شاء اللہ کل ہم یہاں سے لوٹ جائیں گے، یہ چیز مسلمانوں پر شاق گذری، لہذا وہ کہنے لگے: ہم چلے جائیں جبکہ ہم نے اسے فتح نہیں کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو صبح کو قتال کے لئے چلو، پس صبح صبح مسلمان لڑنے گئے، لہذا ان کو زخم لاحق ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ کل ہم یہاں سے لوٹ جائیں گے، یہ سن کر صحابۂ کرام خوش ہوئے، آپ ﷺ ہنس پڑے۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہمراہ لوگوں کے ساتھ جِعرَّانَہ میں قیام کیا، اور ہوازن کو اس کا موقع دیا کہ دس بیس دن کے اندر اسلام قبول کرلیں، اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، پھر آپ ﷺ نے مال غنیمت کو تقسیم فرمانا شروع کیا، اور مُؤَلَّفَةُ القُلوب (وہ لوگ جن کو دلجوئی اور تالیفِ قلب کے لئے حصہ دیا جاتا تھا) کا حصہ سب سے پہلے آپ نے عنایت فرمایا، ابوسفیان اور ان کے دونوں بیٹوں یزید اور معاویہ کو آپ ﷺ نے دل کھول کر عنایت فرمایا، اور حَکِیم بن حِزام، نضر بن الحارث، اور علاء بن حارثہ اور ان کے علاوہ سردارانِ قریش کو بھی بہت زیادہ وافِر مقدار میں عطا فرمایا، پھر آپ ﷺ نے عام مالِ غنیمت منگوایا اور اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ (۲)

اِس تقسیم پر (جس میں قریش کے سرداروں اور مُؤَلَّفَةُ القُلوب کا بہت بڑا حصہ تھا اور انصار کا بہت کم) انصاری نوجوانوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس موقع پر انصار کو ایک احاطہ میں جمع کرنے کا حکم دیا لہذا وہ جمع ہوئے، تو آپ ﷺ ان کے سامنے

---

۱) صحیح البخاری: ۴۳۲۵

۲) السیرۃ النبویۃ: ۳۵۴-۳۵۵

ایک عظیم خطبہ دیا چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء بیان کی پھر کہا

اے انصار کی جماعت! وہ کیا چرچہ ہے جو تمہاری طرف سے مجھ کو پہنچا ہے اور تم لوگ اپنے جی میں ناراضگی رکھتے ہو، کیا میں تمہارے پاس تمہاری گمراہی کی حالت میں نہیں آیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت دی؟ کیا تم فقیر نہیں تھے اللہ نے تم کو میری وجہ سے مالدار بنایا؟ کیا تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کا احسان اور فضل ہے، پھر آپ ﷺ نے کہا: اے انصار کی جماعت! آپ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ تو انصار کی جماعت نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسول کا ہی احسان اور فضل ہے، تو آپ ﷺ نے کہا: اگر تم چاہو تو تم کہہ سکتے ہو اور تم سچ کہوگے اور تمہاری تصدیق کی جائے گی کہ آپ ہمارے پاس جھٹلانے کی حالت میں آئیں تھے ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ ہمارے پاس بے یارومددگار آئیں تھے ہم نے آپ کی مدد کی، آپ ہمارے پاس دھتکارے ہوئے آئیں تھے ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ ہمارے پاس تنگی کی حالت میں آئیں تھے ہم نے آپ کی غم خواری کی، اے انصار کی جماعت! کیا تم لوگ دنیا کی معمولی چیز کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوگئے کہ جس چیز کے ذریعے سے میں نے ایک قوم کو جوڑا تاکہ وہ اسلام لے آئیں، اور میں نے تمھیں تمہارے اسلام کے ساتھ سپرد کردیا، اے انصار کی جماعت! کیا تم راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لیکر جائیں اور تم لوگ اللہ کے رسول کو اپنے گھر پر لیکر جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، تم جس چیز کو لیکر پلٹو گے وہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ لیکر لوٹیں گے، اگر ہجرت مقدر نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا، اگر لوگ ایک گھاٹی اور وادی سے چلیں اور انصار دوسری گھاٹی اور وادی سے چلے تو میں انصار کی گھاٹی اور وادی کو اختیار کروں گا، انصار استر (جسم سے لگا ہوا کپڑا) ہیں، اور لوگ اوپری کپڑا ہے، اے اللہ انصار پر ان کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما۔

راوی کہتے ہیں سارے انصار لوگ رو پڑے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی ڈاڑھیوں کو تر کیا، سارے انصار نے کہا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ سے تقسیم اور حصہ کے اعتبار سے راضی ہوئے [۱]

غزوۂ تبوک ۹ سنہ ھ

مؤرخین نے اس غزوہ کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان نَبطی سوداگروں کی طرف سے جو شام سے زیتون کا تیل لیکر فروخت کرنے مدینہ آیا کرتے تھے یہ خبر پہنچی کہ رومیوں نے بہت سارے لشکر جمع کئے ہیں، جس میں بڑی تعداد میں عرب عیسائی قبائل لَخم وجُذام وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے، اور ان کے دستے "بَلقاء" تک پہنچ گئے ہیں، جب حضور ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ نے ارادہ کیا کہ ان کے حملہ کرنے سے پہلے ان پر حملہ کیا جائے۔ [۲]

آپ ﷺ نے فوج کو تیاری کرنے کا حکم دیا، یہ غزوہ گرمی کے موسم میں پیش آیا، جب کھیتیاں تیار اور باغات کے پھل پکنے کے قریب تھے، سایہ خوشگوار معلوم ہونے لگا تھا، لمبا سفر تھا، اور سخت دشمن کا مقابلہ تھا، اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے پہلے ہی ان کے معاملہ کو واضح کرکے بتلایا کہ آپ کا ارادہ روم پر حملہ کا ہے (ورنہ آپ ﷺ توریہ سے کام لیتے تھے) تاکہ مسلمان اپنے غزوہ کی تیاری کرلیں، منافقین اس موقع پر مختلف بہانے بناکر اور عذر کرکے گھر بیٹھے رہے، بنو سَلِمہ میں ایک منافق تھا جس کا نام جَد بن قَیس تھا، حضور ﷺ نے اس سے کہا: اے جَدّ! کیا تم اس دفعہ بنو الاَصفَر کے مقابلہ کے لئے نہیں چلوگے؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں نہ جاؤں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے، میری قوم جانتی ہے کہ مجھ کو عورتوں کی طرف بہت زیادہ رغبت ہے، لہذا مجھے خوف ہے کہ کہیں بنو الاَصفر کی عورتوں کو دیکھ کر میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوجاؤں، حضور ﷺ نے اس سے منہ پھیر کر فرمایا: ہاں تم مت جاؤ، اسی کے بارے

---

۱) مختارات: ۱/ ۳۲

۲) غزوات الرسول ﷺ: ۳۱۳

میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۴۹ (التوبۃ:۴۹)۔

ترجمہ: اور انھیں میں وہ صاحب بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے اجازت دے دیجئے، اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے، ارے فتنہ ہی میں تو یہ خود پڑے ہوئے ہیں! اور یقین رکھو کہ جہنم سارے کافروں کو گھیرے میں لینے والی ہے۔

اِس جہاد میں جانے کا یہ اعلان حقیقت میں ایمان و نفاق کے درمیان امتیاز کی کسوٹی تھا، چنانچہ اس موقع پر منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آگیا، منافقین کی ایک جماعت آپس میں کہنے لگی «لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ» یعنی گرمی میں جہاد کے لئے نہ نکلو، اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں قرانِ کریم کی یہ آیت نازل فرمائی۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [1]

ترجمہ: جن لوگوں کو (غزوۂ تبوک سے) پیچھے رہنے دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے سے بڑے خوش ہوئے، اور ان کو یہ بات ناگوار تھی کہ وہ اللہ کے راستہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کریں، اور انہوں نے کہا تھا کہ اس گرمی میں نہ نکلو! کہو کہ جہنم کی آگ گرمی میں کہیں زیادہ سخت ہے، کاش! ان کو سمجھ ہوتی، کہ اب یہ لوگ (دنیا میں) تھوڑا بہت ہنس لیں، اور پھر (آخرت میں) خوب روتے رہیں، کیونکہ جو کچھ کمائی یہ کرتے رہے ہیں، اُس کا یہی بدلہ ہے۔

---

۱) التوبۃ:۸۱-۸۲

آپ ﷺ نے اس سفر کی بہت اہتمام سے تیاری فرمائی، اور لوگوں کو بھی تیاری کا حکم دیا، اور مالداروں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی، تمام صحابۂ کرام نے اپنی اپنی استطاعت کے موافق اونٹ اور مال دیا۔ (۱)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا کل مال لا کر حاضر کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال لیکر پیش کر دیا، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو ہزار (۲۰۰۰) درہم پیش کئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سامان کے ساتھ لدے ہوئے ۳۰۰ اونٹ دیے، ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت عبد الرحمن بن خَبَّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں آپ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ تبوک (تنگی کے غزوہ) میں مال خرچ کرنے پر ابھار رہے تھے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ذمہ ۱۰۰ اونٹ ہیں ٹاٹ اور پالان کے ساتھ، پھر آپ ﷺ نے خرچ پر ابھارا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ذمہ ۲۰۰ اونٹ ہیں ٹاٹ اور پالان کے ساتھ، پھر آپ ﷺ نے خرچ کرنے پر ابھارا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ذمہ ۳۰۰ اونٹ ہیں ٹاٹ اور پالان کے ساتھ، میں نے آپ ﷺ کو منبر سے اترتے ہوئے دیکھا درآنحالیکہ آپ کہہ رہے تھے اس کے بعد عثمان کوئی عمل نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں، اس کے بعد عثمان کوئی عمل نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ (۲)

ایک روایت میں فرمایا کہ آج کے بعد عثمان کوئی عمل نہ کرے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ (۳) غریب صحابۂ کرام نے مزدوری کی اور جو کچھ ملا اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اور عورتوں نے اپنے اپنے زیورات لاکر پیش کر دیے، الغرض جس قدر مال جمع ہوا

---

۱) المغازي النبوية: ۳۷۴
۲) سنن الترمذي: ۳۷۰۰
۳) سنن الترمذي: ۳۷۰۱

حضور ﷺ نے اس کو فوج پر تقسیم کیا، بہت سے صحابۂ کرام نے جو اس کی استطاعت نہ رکھتے تھے آپ ﷺ سے سواری کی درخواست کی، لیکن آپ ﷺ نے اس کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے معذرت کردی، اس محرومی کا ان کو اس درجہ غم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اس فریضہ کو ساقط کردیا، اور ارشاد فرمایا:

وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؀ (التوبة:۹۲)۔

ترجمہ: اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو آپ کے پاس آئے کہ آپ ان کو کوئی سواری عطا کرے آپ نے ان سے کہا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے جس پر تم کو سوار کرسکو تو وہ لوگ واپس ہوئے اس حال میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس غم کی وجہ سے کہ ان کے پاس خرچ کے لئے کوئی چیز میسر نہیں ہے۔[1]

آپ ﷺ تیس ہزار (۳۰۰۰۰) مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے تبوک کے لئے روانہ ہوئے، کسی غزوہ میں اس سے زیادہ تعداد نہیں تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے "ثَنِيَّةُ الوَدَاعِ" میں لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کی ہدایت کی، اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا، اور اپنے گھر والوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب بنایا۔[2]

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اہلِ بیت کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا تھا، حضور ﷺ کے جانے کے بعد منافقین نے طعنہ دینا شروع کیا کہ آپ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے طبیعت میں کچھ گرانی ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو اپنے ہتھیار لیکر نکلے یہاں تک کہ مقامِ "جُرُف" میں آپ ﷺ سے ملاقات کی، اور آپ کو منافقین کی بات بتلائی، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں، میں نے تو تم کو اس لئے چھوڑا تھا تاکہ

---

۱) غزوات الرسول ﷺ: ۳۱۴-۳۱۶

۲) السیرۃ النبویۃ: ۳۶۶

تم ان کی نگرانی کرو جن کو ہم چھوڑ آئے ہیں، اے علی! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میرے پاس تمہارا وہ درجہ ہو جو موسی علیہ السلام کے پاس ہارون علیہ السلام کا تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوٹ گئے، اور آپ ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ (۱)

جب آپ ﷺ مقامِ "حِجر" پہنچے، تو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو بتلایا کہ یہ عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے ہیں، اور فرمایا: ان لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا روتے ہوئے داخل ہونا، اس ڈر سے کہ کہیں تم کو بھی وہ مصیبت لاحق نہ ہو جو ان کو لاحق ہوئی تھی، اور فرمایا نہ ان کا پانی پیئو، اور نہ اس پانی سے نماز کے لئے وضو کرو، اور جو کچھ آٹا تم نے گوندھ لیا ہو تو وہ اونٹوں کو کھلاؤ، اور اس میں سے کچھ مت کھاؤ، چنانچہ لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان کے پاس پانی نہ تھا، تو انہوں نے آپ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ سیراب ہو گئے، اور انہوں نے اپنی ضرورت کا پانی بھی اکٹھا کر لیا۔ (۲)

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے حِجر والوں کے متعلق فرمایا کہ اِن عذاب یافتہ لوگوں کے پاس مت داخل ہونا مگر یہ کہ روتے ہوئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جو ان پر نازل ہوا تھا۔ (۳)

جب آپ ﷺ تبوک کے مقام پر پہنچے، تو اَیلہ کے حاکم یُوحَنَّا بن رُوبہ نے آکر آپ ﷺ سے صلح فرمائی، اور آپ کو جزیہ بھی دیا، اور جَرْباء اور اَذْرَح والے بھی آئے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لئے امان کی تحریر لکھ دی، جس میں حدود کی ذمہ داری، اور بری اور بحری راستوں کی حفاظت، اور دونوں فریقین کی سلامتی کی ضَمانت دی گئی تھی، اور آپ ﷺ نے اس کا اکرام بھی

---

۱) البداية والنهاية: ۴/ ۲۵۹

۲) السيرة النبوية: ۳۶۶

۳) صحيح البخاری: ۴۴۲۰

فرمایا۔

اس موقع پر آپ ﷺ کو رومیوں کے مرعوب ہونے اور سرحدوں کو پار کرکے لڑائی کا خیال ترک کرنے کی خبر پہنچی، آپ ﷺ نے ان کے علاقہ میں داخل ہوکر ان کا تعاقب کرنے کو مناسب نہیں سمجھا، کیونکہ جس مقصد کے لئے نکلے تھے وہ مقصد حاصل ہو چکا تھا۔

لیکن اُکیدر بن عبد الملک نصرانی کے پاس سے (جو کہ دَوْمَۃُ الجَنْدَل کا سردار اور رومی فوج کو پناہ دینے والا تھا) آپ ﷺ کو حملہ کی خبر پہنچی، تو حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ۵۰۰ شہسواروں کے ساتھ اس کی طرف بھیجا[1] اور فرمایا: وہ تمھیں شکار کھیلتا ہوا ملے گا، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ چاندنی رات میں پہنچے، تو اکیدر اپنے بھائی اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شکار کے لئے نکلا تھا، آپ ﷺ کے لشکر نے اس کو گرفتار کرلیا، اور اس کے بھائی حسَّان کو قتل کر دیا، اور اکیدر کو گرفتار کرکے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا، اس کے ساتھ ۸۰۰ قیدی، ایک ہزار (۱۰۰۰) اونٹ، ۴۰۰ زرہیں، اور ۴۰۰ نیزے ملے۔[2] اس مقام پر ۲۰ دن قیام فرمانے کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا قصہ

اس غزوہ سے پیچھے رہنے والوں میں کعب بن مالک، مُرارہ بن رَبیع اور ہِلال بن اُمَیَّہ بھی تھے ان کا واقعہ بخاری شریف کی روایت میں مذکور ہے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ سے غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا، البتہ غزوۂ بدر میں پچھے رہ گیا تھا، لیکن جو بدر سے پیچھے رہ گیا تھا اس کو آپ ﷺ نے کوئی سرزَنِش نہیں کی تھی، کیونکہ آپ ﷺ قریش کے تجارتی قافلہ کے ارادہ سے نکلے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے

---

۱) السیرۃ النبویۃ: ۳۶۷

۲) البدایۃ والنہایۃ: ۴/ ۶۷۱-۶۷۲

دشمنوں کے درمیان بغیر کسی سابقہ پروگرام کے جمع کر دیا، اور میں آپ ﷺ کے ساتھ لیلۃُ العَقَبَۃ میں حاضر ہوا، جس وقت ہم نے اسلام کی مدد کرنے کا عہد کیا تھا، اور میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ میرے لئے لیلۃُ العَقَبَۃ کے بدلہ بدر کی حاضری ہو اگرچہ لیلۃُ العَقَبَۃ کی بنسبت بدر کا لوگوں میں زیادہ چرچا ہے۔

میرا کچھ واقعہ یہ ہے کہ میں کبھی زیادہ طاقتور اور زیادہ مالدار نہیں تھا جتنا کہ اس غزوہ کے وقت تھا، بخدا میرے پاس اس سے پہلے کبھی بھی ۲ سواریاں اکٹھا نہیں ہوئیں تھی، لیکن اس غزوہ میں اکٹھا ہوئیں، اور آپ ﷺ کسی غزوہ کا ارادہ نہیں کرتے تھے، مگر یہ کہ اس کے علاوہ سے توریہ کرتے تھے، آپ ﷺ نے یہ غزوہ سخت گرمی میں کیا، آپ ﷺ کا دور دراز سفر سے، جنگلات سے، اور بہت زیادہ دشمنوں سے سابقہ پڑا، اسی لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے ان کے معاملہ کو واضح کرکے اس رخ کا پتہ بتا دیا جس کا آپ نے ارادہ کیا تھا، تاکہ لوگ جہاد کے سامان کی تیاری کریں، اور مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ بڑی تعداد میں تھے، رجسٹر ان کو اکٹھا نہیں کر سکتا، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس کوئی شخص غائب رہنا چاہتا تو خیال کرتا کہ آپ ﷺ سے اس کا معاملہ وحی نازل ہونے تک مخفی رہے گا، اور آپ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت فرمایا جب پھل اور سایے اچھے معلوم ہونے لگے، اور آپ ﷺ نے اور مسلمانوں نے تیاری کی، میں صبح جاتا تھا تاکہ ان کے ساتھ تیاری کروں پس لوٹ آتا اور کچھ بھی تیاری نہ کرپاتا تھا، میں اپنے جی میں کہتا کہ میں تیاری پر قادر ہوں، لیکن میں ٹال مٹول کرنے لگا یہاں تک کہ لوگوں کی جنگ کی تیاری پختہ ہوگئی، تو آپ ﷺ نے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے صبح کی، اور میں کچھ بھی تیاری نہیں کرپایا، تو میں نے سوچا کہ ان کے بعد ایک دو دن میں تیاری کروں گا پھر ان کے ساتھ جاملوں گا، ان کے روانہ ہونے کے بعد میں صبح کو نکلا تاکہ میں تیاری کروں پس میں لوٹ آیا اور کچھ بھی تیاری نہیں کی، پھر میں صبح کو نکلا پس میں لوٹ آیا اور کچھ بھی تیاری نہیں کی، میرے ساتھ برابر یہ

ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ قافلہ تیزی کے ساتھ جانے لگا اور میرے ہاتھ سے غزوہ چھوٹ گیا، اور میں نے ارادہ کیا کہ میں نکل کر ان کو پالوں کاش کہ میں ایسا کرپاتا، لیکن میرے مقدر میں نہیں تھا، آپ ﷺ کے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکل کر ان میں چکر لگاتا تو مجھے یہ بات غمگین کرتی تھی کہ میں نہیں دیکھتا تھا مگر ایسے آدمی کو جو نفاق کے ساتھ مطعون تھا یا ایسے معذور کو جس کو اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی تھی، اور آپ ﷺ نے تبوک پہنچنے سے پہلے تک میرا تذکرہ نہیں کیا، جب آپ پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: درآنحالیکہ آپ ﷺ تبوک میں قوم کے ساتھ تشریف فرما تھے، کعب نے کیا کیا؟ بنوسَلِمہ کے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کو اس کی چادر، اور اس کے دونوں پلّوں میں دیکھنے (خود پسندی) نے روک دیا، اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے بری بات کہی، بخدا! اے اللہ کے رسول! ہم ان کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں، اس پر آپ ﷺ خاموش رہ گئے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب مجھے اطلاع ملی کہ آپ ﷺ واپس ہونے والے ہیں تو مجھے بڑی فکر لاحق ہوئی، اور میں نے جھوٹی باتیں یاد کرنی شروع کیں، اور میں نے سوچنا شروع کیا کہ آئندہ کل کس طرح میں آپ ﷺ کی ناراضگی سے نکلوں گا، اور میں نے اس بارے میں میرے گھر کے ہر سمجھ دار سے مدد حاصل کی، پھر جب کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ آنے ہی والے ہیں تو مجھ سے باطل دور ہو گیا، اور میں نے جان لیا کہ میں ہرگز آپ کی ناراضگی سے نہیں نکل سکتا کسی ایسی چیز کے ذریعہ جس میں جھوٹ ہو، پس میں نے پختہ ارادہ کیا کہ آپ سے سچ کہوں گا، لہٰذا آپ ﷺ صبح کے وقت تشریف لے آئے، جب آپ ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد سے ابتداء کرتے، مسجد میں دو رکعت پڑھتے، پھر لوگوں سے ملنے کے لئے بیٹھ جاتے، جب نبی کریم ﷺ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ کے پاس پیچھے رہنے والے آئے، اور اعذار پیش کر کے قسمیں کھانی شروع کیں، (وہ ۸۰ سے کچھ زیادہ آدمی تھے) نبی ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول

کر لیا، اوران سے بیعت کی، اور ان کے لئے استغفار کیا، اوران کے باطن کو اللہ کے حوالہ کیا، میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ غصہ والے شخص کے مسکرانے کی طرح مسکرائے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آجاؤ، پس میں چل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے پوچھا: کس چیز نے تمھیں پیچھے رکھا؟ کیا تم نے اپنی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، بخدا! اگر میں آپ کے علاوہ دنیاداروں میں سے کسی کے سامنے بیٹھا ہوتا تو عنقریب میں اس کی ناراضگی سے بہانہ بنا کر نکلتا، اور مجھے بحث ومباحثہ کا ملکہ دیا گیا ہے، لیکن بخدا میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے آج آپ ﷺ سے جھوٹ بات کہی جس سے آپ مجھ سے خوش ہو جائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کرائیں گے، اگر میں نے آپ ﷺ سے سچ بات کہی جس میں آپ مجھ پر خفاء ہو جائیں گے لیکن میں سچ بات میں اللہ تعالیٰ کی معافی کی امید کرتا ہوں۔

بخدا! مجھے کوئی عذر نہیں تھا، بخدا میں کبھی زیادہ طاقتور اور زیادہ مالدار نہیں تھا اس وقت سے جتنا آپ ﷺ سے پیچھے رہنے کے وقت تھا، اس پر آپ ﷺ نے کہا: جہاں تک اس کا تعلق ہے تو اس نے سچ کہا، آپ کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں فیصلہ کرے، میں کھڑا ہوا اور بنو سَلِمہ میں سے کچھ لوگ چلے اور میرے پیچھے ہو لئے، انہوں نے مجھ سے کہا: بخدا ہم نے آپ کو اس سے پہلے کوئی گناہ کرتے ہوئے نہیں جانا، اور تحقیق کہ آپ اس بات سے عاجز آگئے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیچھے رہنے والوں کے عذر پیش کرنے کی طرح عذر پیش نہ کر سکے، اور تحقیق کہ آپ کے گناہ کے لئے حضور ﷺ کا استغفار کافی ہو جاتا، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بخدا وہ لوگ مجھے برابر ملامت کرنے لگے یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ واپس لوٹ کر اپنے آپ کو جھٹلا دوں، اس کے بعد میں نے ان سے کہا: کیا کسی اور کو اس جیسے واقعہ کا واسطہ پڑا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں، دو آدمیوں کو انہوں نے بھی آپ کی طرح کہا، اوران سے

بھی آپ کی طرح کہا گیا، میں نے کہا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا: مُرارہ بن رَبِیع اور ہِلال بن اُمَیَّہ، ان لوگوں نے میرے سامنے ایسے دو نیک آدمیوں کا ذکر کیا جو بدر میں حاضر ہوئے تھے، اوران دونوں میں نمونہ تھا، جس وقت ان لوگوں نے میرے سامنے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں گزر گیا، اورآپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم تین لوگوں سے بات کرنے سے منع کیا، تو لوگ ہم سے دور ہوگئے، اوروہ ہمارے لئے بدل گئے حتی کہ زمین میرے لئے نامانوس ہوگئی، پس وہ زمین نہیں رہی جس کو میں جانتا تھا، اور ہم لوگ اس پر ۵۰ راتیں ٹھہرے رہے، میرے دو ساتھی تو وہ کم ہمت ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ کر رونے لگے، بہر حال میں قوم کا نوجوان تھا اور زیادہ طاقتور تھا، اس لئے میں نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا، اور مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا، میں آپ ﷺ کے پاس آتا تھا اورآپ کو سلام کرتا تھا جبکہ آپ نماز کے بعد مجلس میں تشریف فرما ہوتے، تو میں اپنے جی میں کہتا کیا حضور ﷺ کے ہونٹ مبارک میرے سلام کے جواب کے لئے حرکت دیے کہ نہیں، پھر میں آپ ﷺ سے قریب نماز پڑھتا تھا تو میں چپکے سے آپ کو دیکھتا جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوتے، اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے اعراض کرتے، یہاں تک کہ لوگوں کی بے رخی کا یہ سلسلہ مجھ پر لمبا ہوگیا، تو میں چلا یہاں تک کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغیچہ کی دیوار پھاندی، (جو کہ میرے چچازاد بھائی تھے) اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے، پس میں نے ان کو سلام کیا بخدا انہوں نے مجھے جواب نہیں دیا، تو میں نے کہا: اے ابو قتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ مجھے جانتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں؟ تو وہ خاموش رہے، میں نے ان کو دوبارہ قسم دیکر پوچھا، لیکن وہ خاموش رہے، میں نے ان کو سہہ بارا پوچھا، تو انہوں نے کہا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، تو میری آنکھیں بہہ پڑی اور میں نے پیٹھ پھیر لی یہاں تک کہ دیوار کو پھاندا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دریں اثناء کہ میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اہلِ شام کے نبطیوں میں سے ایک نَبطی جو مدینہ میں غلہ لاکر بیچتا تھا کہہ رہا تھا کون ہے جو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف رہنمائی کرے؟ تو لوگ اسے میری طرف اشارہ کرنے لگے یہاں تک کہ جب وہ میرے پاس آیا تو مجھے غَسّان کے بادشاہ کا خط دیا، جس میں یہ تحریر تھی، تحقیق کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ کے حضرت نے آپ سے بے تعلقی اختیار کی ہے، اوراللہ تعالیٰ نے آپ کو ذلت اور ضائع ہونے کے لئے نہیں بنایا، لہذا آپ ہمارے ساتھ مل جایئے ہم آپ کی غم خواری کریں گے، جب میں نے اس کو پڑھا تو کہا: یہ بھی ایک آزمائش ہے، میں نے وہ خط لیکر تنور کا قصد کیا اور اسے اس میں ڈال دیا، یہاں تک کہ جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزریں تو آپ ﷺ کے قاصد نے میرے پاس آکر کہا: رسول اللہ ﷺ حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو ، میں نے کہا: میں اسے طلاق دوں یا کیا کروں، اس نے کہا: نہیں، بلکہ اس سے علیحدہ رہو اوراس سے صُحبت نہ کرو، اور اسی جیسا پیغام میرے دو ساتھیوں کو بھیجا، میں نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ اور وہیں رہو، یہاں تک کہ اللہ اس معاملہ میں فیصلہ کرے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہِلال بن اُمَیّہ کی بیوی آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہلال بن اُمَیّہ بہت بوڑھے ہیں ان کا کوئی خادم نہیں ہے، کیا آپ ناپسند کرتے ہو کہ میں ان کی خدمت کروں، آپ ﷺ نے کہا: نہیں، لیکن وہ آپ سے صحبت نہ کرے، اس نے کہا: بخدا اس جیسے کام کی ان میں کوئی حرکت نہیں ہے، بخدا جب سے ان کا معاملہ ہوا ہے وہ آج تک برابر رو رہے ہیں، مجھ سے اپنے بعض گھر والوں نے کہا: اگر آپ آپ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت طلب کریں جیسے آپ ﷺ نے ہِلال بن اُمَیّہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دی، تو میں نے کہا: بخدا میں آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں اجازت طلب نہیں کروں گا، اور میں نہیں جانتا کہ جب میں آپ سے اس سلسلہ میں اجازت طلب کروں

گا تو آپ ﷺ کیا کہیں گے ، اور میں نوجوان آدمی ہوں ، میں اس کے بعد ۱۰ راتیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ہمارے لئے ۵۰ راتیں مکمل ہوئیں جس وقت سے آپ ﷺ نے ہم سے بات کرنے سے منع فرمایا ، جب میں نے پچاسویں دن کی صبح کی فجر کی نماز پڑھی اور میں ہمارے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر تھا تو اس درمیان کہ میں اس حال میں جس حال کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ کیا بیٹھا ہوا تھا ، میں تنگ آگیا تھا اور مجھ پر زمین اس کے کشادہ ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی تھی ، میں نے ایک زور سے چیخنے والے کی آواز سنی جو جبلِ سَلع پر چڑھا ہوا تھا اور بلند آواز سے کہہ رہا تھا : اے کعب بن مالک ! خوشخبری سن لو ۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : میں سجدے میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ کشادگی آگئی اور آپ ﷺ نے جس وقت فجر کی نماز پڑھی تو اللہ کا ہمیں معاف کرنے کا اعلان کیا ، لوگ آکر ہمیں خوشخبری دینے لگے ، اور میرے دو ساتھیوں کی طرف خوشخبری دینے والے گئے اور میری طرف ایک آدمی نے گھوڑے کو ایڑ لگائی ، اور بنو اسلم کا ایک دوڑنے والا دوڑا اور پہاڑ پر چڑھا ، اس کی آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی ، جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی میں نے آواز سنی جو مجھے خوشخبری دے رہا تھا تو میں نے اپنے کپڑے نکالے ، اور اس کے خوشخبری سنانے کی وجہ سے اس کو دیے ، بخدا میں اس دن ان دونوں کے علاوہ کا مالک نہیں تھا ، اور میں نے دو کپڑے عاریت پر لئے اور ان کو پہنا اور آپ ﷺ کی طرف چلا ، تو لوگ مجھ سے جماعت درجماعت ملنے لگے مجھے توبہ کی معافی پر مبارکباد دینے لگے ، اور کہہ رہے تھے مبارک ہو آپ کی توبہ قبول ہونے پر ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : یہاں تک کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے ارد گرد لوگ ہیں ، تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ میری طرف بڑھے اور مجھے لپکنے لگے یہاں تک کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی ، بخدا میری طرف مہاجرین میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی شخص نہیں

بڑھا، میں ان کی اس بات کو نہیں بھول سکتا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جب کہ آپ کا چہرہ مارے خوشی کے چمک رہا تھا: اس بہتر دن کی خوشخبری سن لے جو تجھ پر گزرا تیری والدہ کے تجھ کو جننے سے، اور آپ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک روشن ہوتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہو، اور ہم آپ سے اس کیفیت کو پہچانتے تھے، جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا تو میں نے کہا: اللہ کے رسول! میری توبہ میں سے یہ ہے کہ میں میرے مال میں سے بطور خیرات کے اللہ کی بارگاہ میں اور آپ کی خدمت میں نکل جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا کچھ مال روک لو یہ آپ کے لئے بہتر ہے، میں نے کہا: میں میرے خیبر والے حصہ کو روکتا ہوں تو میں نے کہا: اللہ نے مجھے سچ کے ذریعہ نجات دی میری توبہ میں سے یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا سچ بولوں گا، بخدا میں مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا ہوں کہ اللہ نے اسے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا اچھا نوازا ہو جتنا مجھے نوازا جب سے میں نے آپ ﷺ کے سامنے یہ بات بیان کی آج تک، جس دن سے میں نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا ہے اس دن سے لیکر آج تک میں نے کبھی بھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں کہا، اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جب تک میں زندہ رہوں میری حفاظت فرمائے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیتیں اتاری۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبة: ۱۱۷-۱۱۹)۔

ترجمہ: تحقیق کہ اللہ تعالیٰ متوجہ ہوئے نبی پر، مہاجرین پر اور ان انصار پر جنہوں نے پیروی کی حضور ﷺ کی تنگی کی گھڑی میں، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ڈگمگا جاوے ان میں سے کچھ لوگوں کے دل، پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوئے، واقعہ یہ ہے کہ وہ ان پر شفقت فرمانے والے اور بے حد مہربانی فرمانے والے ہیں اور ان تین صحابہ پر جو معلق چھوڑ دیے گئے ہیں یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود اپنی کشادگی کے اور بار ہونے لگی ان پر اپنی جانیں اور وہ سمجھ گئے کہ نہیں ہے کوئی جائے پناہ اللہ سے بھاگ کر مگر اسی کی طرف پھر اللہ ان پر مہربان ہوئے تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ کر آئیں یقینا اللہ تعالیٰ ہی زیادہ سے زیادہ توبہ قبول فرمانے والے نہایت مہربانی فرمانے والے ہیں، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

بخدا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دینے کے بعد کوئی انعام ایسا نہیں کیا جو میرے نزدیک میرا آپ ﷺ کو سچ کہنے سے زیادہ بڑھا ہوا ہو، اگر میں جھوٹ کہتا تو ہلاک ہوتا جیسا کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جنہوں نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے جھوٹ کہا جس وقت وحی نازل کی اتنی سخت بات کہی جو کسی کے لئے نہیں کہی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ (۱)

ترجمہ: عنقریب وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم پلٹ کر ان کی طرف لوٹو گے تاکہ تم ان سے صرف نظر کرو سو آپ ان سے اعراض کیجئے یہ گندے لوگ ہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے بدلہ کے طور پر ان کاموں کے جو وہ کماتے تھے، وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں

---

۱) التوبة:۹۵-۹۶

گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے راضی ہوئے تو اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے۔ (۱)

حَجَّةُ الوداع

جب اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا ارادہ کیا تھا اس کی تکمیل ہو گئی، اورامت کے دل بتوں کی گندگیوں سے اور جاہلیت کے عادات واطوار سے پاک ہو گئے، اور ایمان کے نور سے روشن ہو گئے، اور بیت اللہ بتوں کی گندگی سے پاک صاف ہو گیا، اور مسلمانوں کے دلوں میں حج کا شوق پیدا ہو گیا، تو ضرورت سبب بنی کے امت کو الوداع کہا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حج کی اجازت عطا فرمائی اور آپ ﷺ کا یہ پہلا حج تھا۔

آپ ﷺ مدینہ سے نکلے تا کہ بیت اللہ کا حج کریں، مسلمانوں سے ملاقات کریں، انہیں ان کا دین اور ان کے اعمالِ حج سکھلائیں، امانت کو پہنچائیں، کچھ آخری وصیتیں کریں، مسلمانوں سے عہد وپیمان لیں، جاہلیت کے آثار کو مٹائیں، اور انہیں اپنے پیروں تلے رکھیں۔

ذی قعدہ ۱۰ھ میں آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا اور لوگوں کو بتلایا کہ آپ حج کرنے والے ہیں، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نکلنے کی تیاری کی، اس کی خبر مدینہ کے اطراف میں پہونچی تو وہاں سے بھی لوگ فوج در فوج مدینہ حاضر ہوئے، راستہ میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ اس قافلہ میں شامل ہوتے گئے کہ ان کا شمار مشکل ہے، لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو آگے، پیچھے، دائیں، بائیں منتہائے نظر آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھا، ۲۵ ذی قعدہ بروز سنیچر بعد نمازِ ظہر آپ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے ظہر سے پہلے خطبہ دیا جس میں صحابۂ کرام کو احرام کے واجبات اور سنن بتلائے، پھر تلبیہ یعنی «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ،لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ

۱) صحیح البخاری: ۴۴۱۸

لَبَّيْكَ،إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ» کہتے ہوئے روانہ ہوئے،لوگ ان الفاظ میں کبھی اختصاراًاور کبھی اشتیاقاً حذف واضافہ کرتے، لیکن آپ ﷺ اس پر کوئی نکیر نہ فرماتے، آپ ﷺ نے تلبیہ کا سلسلہ برابر جاری رکھا یہاں تک کہ مقامِ "عرج" پر پڑاؤ ڈالا، آپکی سواری اور حضرت ابو بکر کی سواری ایک تھی۔

پھر آپ ﷺ آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مقامِ "اَبواء" پہنچے،وہاں سے چل کر وادئِ "عُسفان" اور مقامِ "سَرِف" میں پہونچے،پھر وہاں سے روانہ ہو کر "ذِی طُوَی" میں پڑاؤ ڈالا، اوراتوار کی رات وہاں گزاری (یہ ذو الحجہ کی ۴ تاریخ تھی)اور صبح کی نماز وہیں پر اداء فرمائی، پھر غسل فرماکرمکہ کی طرف روانہ ہوئے،مکہ میں آپ ﷺ کا داخلہ دن کے وقت ہوا، وہاں سے چلتے ہوئے آپ ﷺ چاشت کے وقت حرم شریف میں داخل ہوئے، بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی آپ ﷺ نے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيتكَ هٰذا تَشْرِيفًا وَّتعظِيمًا وَّتَكْرِيمًا وَّمَهابَةً» اے اللہ !اپنے اس گھر کی عزت وشرف، تعظیم وتکریم اور ہیبت میں اوراضافہ فرما، آپ ﷺ اپنے دستِ مبارک کوبلند کرتے، تکبیر کہتے،اورارشاد فرماتے: «اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ» اے اللہ !آپ سراپا سلامتی ہیں، آپ ہی سے سلامتی کا وجود ہے،اے ہمارے رب!ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔

جب آپ ﷺ حرم شریف میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے بیت اللہ کا قصد کیا، جب آپ حجرِ اسود کے بالمقابل ہوئے تو آپ نے بغیر کسی مزاحمت کے اس کا بوسہ لیا، پھر طواف کے لئے داہنی طرف رخ کیا،اور بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف کیا،اور طواف کے پہلے تین چکروں میں رَمَل کیا۔

آپ ﷺ تیز تیز چل رہے تھے،قدموں کا فاصلہ مختصر ہوتا تھا،اورآپ ﷺ نے اپنی چادراپنے ایک شانۂ مبارک پر ڈال لی تھی،دوسرا شانۂ مبارک کھلا رکھا تھا،جب جب آپ ﷺ

حجرِ اسود کے بالمقابل ہوتے تو اس کی طرف اشارہ کرکے اپنی چھڑی سے اس کا استلام کرتے تھے، جب آپ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو مقامِ ابراہیم کے پیچھے تشریف لائے اور یہ آیت: «وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى» تلاوت فرمائی، پھر وہاں دو رکعتیں پڑھیں، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر حجرِ اسود کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا استلام کیا، پھر صَفا پہاڑی کی طرف اس دروازہ سے چلے جو آپ کے بالمقابل تھا، جب اس کے قریب آئے تو فرمایا: «اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ»؛ «اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِه» صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، میں شروع کرتا ہوں اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا، پھر اس پر چڑھے یہاں تک کہ آپ کو بیت اللہ نظر آنے لگا، پھر قبلہ کی طرف رخ کرکے ان کلمات «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَه» کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توحید اور پاکی بیان کی۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور لشکروں کو شکست دی۔

مکہ میں آپ ﷺ نے چار روز (اتوار، پیر، منگل اور بدھ) قیام فرمایا، جمعرات کا دن نکلتے ہی آپ تمام مسلمانوں کے ساتھ مِنٰی تشریف لے گئے، اور وہاں قیام کیا، اور ظہر اور عصر کی نماز وہیں ادا فرمائیں، اور رات بھی وہیں گزاری، اور یہ جمعہ کی رات تھی، جب سورج نکل آیا تو آپ ﷺ عرفہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ نَمِرہ میں آپ کے لئے خیمہ لگایا جاچکا ہے، آپ ﷺ نے وہیں پر قیام کیا، یہاں تک کہ جب زوال کا وقت ہوگیا تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قَصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا، پھر وہاں سے روانہ ہو کر آپ نے عرفہ کے میدان کے درمیان میں پڑاؤ ڈالا، اور اپنی سواری ہی پر تشریف رکھتے ہوئے ایک جامع خطبہ دیا، جس میں آپ ﷺ نے اسلام کی بنیادوں کو واضح کیا، اور شرک و جاہلیت کی بنیادوں کو منہدم کردیا، اور آپ ﷺ نے اس

میں ان تمام حرام چیزوں کی وضاحت فرمائی جن کے حرام ہونے پر تمام مِلّتیں متفق ہیں، اور وہ چیزیں ناحق خون بہانا، مال غصب کرنا اور عزتوں کو پامال کرنا ہیں، اور جاہلیت کے تمام امور کو اپنے پیروں تلے رکھ دیا، اور جاہلیت کا پورا کے پورا سُود ختم فرمادیا، اور اس کو بالکل باطل قرار دیا، عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی، اور ان کے حقوق اور ان کے ذمہ جو حقوق ہیں ان کو واضح فرمایا، اور یہ بتایا کہ بھلے طریقہ پر نان ونفقہ ان کا حق ہے۔

اور امت کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھنے کی وصیت کی، اور بتلایا کہ جب تک وہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو اچھی طرح وابستہ رکھیں گے تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے، پھر ان کو آگاہ کیا کہ اُن سے کل قیامت کے دن آپ کے بارے میں سوال ہوگا، اور ان سے دریافت فرمایا کہ وہ آپ کے متعلق کیا کہیں گے اور کیا گواہی دیں گے؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام حق کے ساتھ پہنچا دیا، اور اپنا فرض پورا کیا، اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، یہ سن کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی، اور ان پر اللہ کو گواہ بنایا، اور ان کو حکم دیا کہ جو یہاں موجود ہے وہ ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہے یہ بات پہونچا دے، جب آپ ﷺ خطبہ پورا کر چکے، تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، انہوں نے اذان دی، پھر آپ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی اور اسی طرح عصر کی بھی دو ہی رکعت پڑھی، اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر مَوقِف پر آئے، یہاں آکر آپ ﷺ اپنے اونٹ پر بیٹھے رہے اور سورج کے غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و مناجات میں مشغول رہے، آپ ﷺ دعا میں اپنا ہاتھ سینہ تک اٹھاتے تھے جیسا کہ کوئی سائل کھانے کا سوال کر رہا ہو، اور یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلامِي وَتَرٰى مَكَانِي وَتَعْلَمُ سِرِّي وَعلانِيَتِي لا يَخفى عليك شيءٌ مِنْ

أَمْرِي وَأَنَا البَائِسُ الفَقِيرُ المُسْتَغِيثُ المُسْتَجِيرُ الوَجِلُ المُشْفِقُ المُقِرُّ المُعْتَرِفُ بِذَنْبِهِ أَسأَلُكَ مَسْأَلَةَ المِسكِينِ وَاَبْتَهِلُ إِلَيكَ اِبْتِهَالَ المُذْنِبِ الذَّلِيلِ وَأَدْعُوكَ دُعَاءَ الخَائِفِ الضَّرِيْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُه وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُه وَذَلَّ لَكَ جِسمُه وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُه اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي بِدُعَائِكَ شَقِيًّا وَّكُنْ بِي رَءُوْفًا رَّحِيمًا يَا خَيْرَ المَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ المُعْطِيْنَ۔

اسی موقع پر یہ آیت «اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسلَامَ دِيْنًا» نازل ہوئی، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ ﷺ عرفہ سے روانہ ہو گئے، اور اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سواری پر بٹھایا، آپ سکون و وقار کے ساتھ آگے چلے، آپ نے اونٹنی کی لگام اس طرح سمیٹ لی تھی قریب تھا کہ آپ کا سر کجاوہ سے لگ جائے، اور آپ کہتے جارہے تھے، لوگو! اطمینان کے ساتھ چلو، آپ ﷺ پورا راستہ تلْبِیہ پڑھتے جارہے تھے، اور یہی سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے، وہاں پہنچتے ہی آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، اذان دی گئی، آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اونٹوں کو بٹھانے اور کجاوہ اتارنے سے پہلے مغرب کی نماز ادا فرمائی، پھر جب لوگوں نے سامان اتار لیا تو آپ نے پھر اذان کا حکم دیا پس نماز کھڑی ہوئی پھر آپ ﷺ نے عشاء کی نماز بھی ادا فرمائی، اس کے بعد آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ صبح ہوئی۔

جب صبح طلوع ہوئی تو آپ ﷺ نے اول وقت میں نمازِ فجر ادا فرمائی، پھر سواری پر سوار ہو کر مَشعرِ حرام آئے، اور باوضو ہو کر دعاء، تکبیر و تہلیل اور ذکر میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ خوب روشنی پھیل گئی، پھر آپ ﷺ مُزدَلِفہ سے روانہ ہوئے تو سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے حضرت فَضْل بن عباس رضی اللہ عنہ تھے، آپ ﷺ اپنے سفر میں تَلْبِیہ میں مشغول رہے، اور آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جَمرات کی رمی کے لئے سات کنکریاں اٹھالیں، جب آپ وادیٔ "مُحَسِّر" کے درمیان میں پہنچے تو آپ نے اپنی اونٹنی کو تیز کر دیا اور جانے میں تیزی

فرمائی، اس لئے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا، یہاں تک کی آپ ﷺ مِنٰی پہنچے، اور وہاں سے جمرۃُ العَقَبَۃ تشریف لائے، اور طلوع آفتاب کے بعد سواری پر سوار ہو کر اس کی رمی فرمائی، اور تلبیہ پڑھنا بند کیا۔

پھر آپ ﷺ منی واپس ہوئے، اور وہاں پہنچ کر آپ نے ایک بلیغ خطبہ دیا، جس میں آپ نے یومُ النَّحر کی حرمت سے آگاہ کیا، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دن کی جو فضیلت ہے اس کو بیان کیا، اور مکہ کے دوسرے تمام شہروں سے افضل ہونے کو بتلایا، اور جو کتاب اللہ کی روشنی میں ان کی قیادت کرے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آپ سے اپنے اعمالِ حج معلوم کرلیں، اور نصیحت فرمائی کہ میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا، جو ایک دوسرے کی گردن مارتے رہتے ہیں، اور حکم دیا کہ یہ سب باتیں دوسروں تک پہنچادی جائیں، اور یہ ارشاد فرمایا: «أُعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ وَ صَلُّوۡا خَمۡسَكُمۡ، وَصُوۡمُوۡا شَهۡرَكُمۡ، وَأَطِيۡعُوۡا ذَا أَمۡرِكُمۡ، تَدۡخُلُوۡا جَنَّةَ رَبِّكُمۡ» اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت نماز پڑھو، ایک مہینہ کا روزہ رکھو اور اپنے أُولِي الأَمر کی اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

پھر آپ ﷺ مِنٰی میں ذبح گاہ تشریف لے گئے، اور اپنے دستِ مبارک سے ۶۳ اونٹ ذبح فرمائے، اور جتنے اونٹ آپ ﷺ نے ذبح فرمائے وہی تعداد آپ کی عمر مبارک کے برسوں کی بھی ہے، اتنی تعداد کے بعد آپ نے توَقُّف کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ۱۰۰ میں سے جتنے باقی ہیں وہ پورے کریں، جب آپ ﷺ نے قربانی مکمل کرلی تو آپ نے نائی کو طلب فرمایا، اور حلق کروایا، اور جو لوگ آپ سے قریب تھے ان کے درمیان اپنے بال تقسیم فرمادیے، پھر سواری پر سوار ہو کر مکہ روانہ ہوئے، اور طواف اِفاضہ کیا (جس کو طواف زِیارت بھی کہتے ہیں) پھر زمزم کے کنویں کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا، پھر اسی روز مِنٰی واپس ہوئے، اور رات وہیں گزاری، جب صبح ہوئی تو آپ سورج کے زائل ہونے کا انتظار

کرتے رہے، جب زوال کا وقت ہو گیا تو آپ اپنی سواری سے اتر کر جمرات کی رمی کرنے کے لئے تشریف لے گئے، جمرۂ اُولٰی سے شروعات فرمائی، اس کے بعد جمرۂ وُسطٰی کی، پھر تیسرے جمرہ کی (جس کو جمرۂ عقبہ کہتے ہیں) کی رمی فرمائی، اور مِنٰی میں آپ نے دو خطبے دیے، ایک یومُ النَّحر کے دن، جس کا ذکر بھی اوپر گزرا، دوسرا یومُ النَّحر کے دوسرے روز۔

آپ ﷺ ایامِ تشریق کے تینوں دنوں کی رمی مکمل کرنے تک منی میں ٹھہرے رہے، پھر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اور سحر کے وقت طوافِ وداع کیا، اور لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا، اور مدینہ روانہ ہوگئے، جب آپ ﷺ غدیرِ خُمّ پہنچے تو آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی، اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ»[1] جس کو میں محبوب ہوں علی بھی اس کو محبوب ہونا چاہئے، اے اللہ علی سے جو محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

جب آپ ﷺ ذوالحُلیفہ آئے تو آپ نے وہیں رات گزاری، جب مدینہ پر آپ کی نگاہ پڑی تو آپ نے تین بار تکبر کہکر ارشاد فرمایا: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا، حَامِدُونَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ» اور آپ مدینہ طیبہ میں دن کے وقت داخل ہوئے۔

اب اس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں جو آپ ﷺ نے عرفہ کے روز دیا تھا اسی طرح اس خطبہ کا جو ایامِ تشریق کے درمیان دیا تھا۔

---

۱) مسند احمد: ۱۸۴۸۰، ابن ماجہ: ۱۱٦

[خُطْبَةُ عَرَفَة]

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي سَعْدٍ، فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ، وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ، رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ، فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ ؛ كِتَابُ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ، وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ، وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ، اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ [1]

[اَلْخُطْبَةُ الَّتِي خَطَبَهَا النَّبِيُّ ﷺ فِي وَسْطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ]

عَنْ أَبِي حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: كُنْتُ آخِذًا بِزِمَامِ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَذُودُ عَنْهُ النَّاسَ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَتَدْرُونَ فِي أَيِّ يَوْمٍ أَنْتُمْ ؟ وَفِي أَيِّ شَهْرٍ أَنْتُمْ ؟ وَفِي أَيِّ بَلَدٍ أَنْتُمْ ؟ قَالُوا: فِي يَوْمٍ حَرَامٍ وَشَهْرٍ حَرَامٍ وَبَلَدٍ حَرَامٍ. قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَهُ. ثُمَّ قَالَ: إِسْمَعُوا مِنِّي تَعِيشُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، إِنَّهُ

---

١) صحیح مسلم: ١٢١٨

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ، أَلَا وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ وَمَالٍ وَمَأْثَرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِي هَذِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ يُوضَعُ دَمُ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي لَيْثٍ، فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ، أَلَا وَإِنَّ كُلَّ رِبًا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَإِنَّ اللَّهَ قَضَى أَنَّ أَوَّلَ رِبًا يُوضَعُ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ، وَلَا تُظْلَمُونَ، أَلَا وَإِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ. ثُمَّ قَرَأَ: { إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ }، أَلَا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَكُمْ، فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ لَا يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا، وَإِنَّ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقًّا، أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا غَيْرَكُمْ، وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِأَحَدٍ تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ خِفْتُمْ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ، وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ. قَالَ حُمَيْدٌ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ: مَا الْمُبَرِّحُ؟ قَالَ: الْمُؤَثِّرُ، وَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَإِنَّمَا أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ، وَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى مَنِ ائْتَمَنَهُ عَلَيْهَا. وَبَسَطَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ ثُمَّ قَالَ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلَّغٍ أَسْعَدُ مِنْ سَامِعٍ. قَالَ حُمَيْدٌ: قَالَ الْحَسَنُ حِينَ بَلَّغَ هَذِهِ الْكَلِمَةَ: قَدْ وَاللهِ بَلَّغُوا أَقْوَامًا كَانُوا أَسْعَدَ بِهِ.[1]

---

۱) مسند احمد: ۲۰۶۹۵

تمت بفضل اللّٰه تبارک وتعالی تقبلها اللّٰه قبولا حسنا وبارک فیها وجعلها صدقة جاریة لي ولوالدي ولإخواني ولأساتذتي ولأقربائي ولزملائي ولأصدقائي ولجمیع المومنین والمؤمنات۔ آمین یارب العالمین۔

الحمد للّٰه الذي هدانا لهذا وما کنا لنهتدي لولا أن هدانا اللّٰه۔

اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم في العالمین إنک حمید مجید۔

مراجع

صحیح البخاری	فتح الباری
صحیح مسلم	تحفة القاری
سنن النسائی	مرقاة المفاتیح
سنن ابی داود	البداية والنهاية
سنن الترمذی	الکامل فی التاریخ
سنن إبن ماجه	السيرة النبوية
مشکاة المصابیح	المغازی النبوية
مسند احمد	غزوات الرسول ﷺ

Address

Taloja Gaon, Tal. Panvel, Dist. Raigad, Navi Mumbai 410 208